میثم قادری

وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

عطر الوردہ فی شرح البردہ

مترجمہ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی

مع اضافۂ جدیدۂ مفیدہ

از حافظ نور احمد سلمہٗ راموی

الناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

میثم قادری

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

عطر الوردہ فی شرح البردہ

مترجمہ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی

مع اضافۂ جدیدۂ مفیدہ

از حافظ نور احمد سلمہ، راموی

الناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

تمہید

مسلمانوں کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ جو وابستگی رہی ہے اس کے نتیجے میں ان کے شعری ادب میں نعت رسولؐ کا معتدبہ اور گراں قدر ذخیرہ جمع ہوگیا ہے قریب قریب ہر اسلامی زبان کے شعری مجموعے کا ایک بڑا حصہ نعتیہ کلام پر مشتمل ہے۔ عربی زبان جو اسلامی خیالات کا سرچشمہ اور قرآن مجید کی زبان ہونے کے باعث ایک مقدس زبان ہے نعتیہ اشعار کا ایک ایسا بحر ذخار اپنے جلو میں رکھتی ہے جس کی روانی کے آگے دوسری زبانوں کے نعتیہ کلام کیفیت وکمیت کے لحاظ سے جوئے کم آب سے زیادہ نہیں۔ آغاز اسلام سے تاحال عربی شعراء نعتِ رسول اکرمؐ کے درہائے شاہوار سے اس زبان کے دامن کو مالامال کرتے رہے ہیں۔ عربی نعت گو شعراء میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے بعد جس شاعر کے کلام کو سب سے زیادہ شہرتِ عام اور بقائے دوام کے دربار میں بار ملا وہ امام محمد بن سعید بوصیری ہیں۔ بوصیری نے متعدد نعتیہ قصائد لکھے۔ ان کے مجموعۂ اشعار کا عنصر غالب یہی صنف سخن ہے مگر جس قصیدہ نے انھیں روشناس خاص وعام کیا وہ ان کا مشہور قصیدہ بردہ ہے۔

بوصیری، اس میں شبہ نہیں بڑے جامع الصفات بزرگ تھے۔ ان کے اس وصف خاص کی انکے زمانہ میں قدر بھی ہوئی لیکن ان کے محراب شہرت کا کلیدی پتھر یہی قصیدۂ بردہ ہے۔ آج اسلامی دنیا میں امام بوصیریؒ ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ کیونکہ ان کے شہرۂ عالم قصیدے نے انھیں متعارف کرانے میں بڑا فعال کردار ادا کیا ہے آج دنیا میں جہاں بھی محمد رسول اللہ صلعم کے پروانے موجود ہیں وہاں پروانۂ شمع رسالت بوصیری کا ہدیۂ عقیدت بھی موجود ہے۔ اور یوں بوصیری کے اس تاریخ ساز قصیدے نے اپنے ناظم کو نہ صرف یہ کہ اجر اُخروی سے نوازے جانے کا سامان بہم پہنچایا بلکہ نفع عاجل یعنی حسن قبول عام سے بھی ان کی سرفرازی کے مواقع فراہم کئے۔ بوصیری کا یہ قصیدہ ہماری اس گفتگو کا موضوع ہے۔

مصنف کے مختصر حالات

ان کا نام محمد بن سعید ہے۔ یکم شوال ۶۰۸ھ مطابق ۷ مارچ ۱۲۱۳ء کو مصر کے قصبۂ دلاص میں پیدا ہوئے ان کا نسلی سلسلہ مشہور بربر قبیلہ صنہاجہ تک پہنچتا ہے۔ پورا نسب یہ ہے۔ محمد بن سعید بن حماد بن حسن

بن عبداللہ بن صنہاج بن ہلال۔ کنیت انکی ابو عبداللہ اور خاندان کی نسبت سے صنہاجی۔ مقام ولادت کی نسبت سے دلاصی، اور مقام سکونت کی مناسبت سے بوصیری کہلاتے ہیں۔ اس عہد کے رواج کے مطابق بوصیری نے علوم دینیہ کی جانب توجہ کی اور اپنی ذہانت ومستعدی سے صرف تیرہ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے اس کے ساتھ ساتھ دیگر علوم متداولہ کی طرف توجہ مبذول کرکے یک گونہ کمال پیدا کیا۔ اگرچہ کسی تذکرے سے بوصیری کے علمی فتوحات کی تفصیل معلوم نہیں ہوتی مگر ان کے اشعار کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے علم حدیث، سیر مغازی کے علاوہ علم کلام میں بھی فی الجملہ منتہیانہ صلاحیت بہم پہنچائی تھی۔ ان علوم کے سوا علم ادب، بدیع، بیان اور صرف ونحو میں انھیں مہارت حاصل تھی اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ فن خطاطی میں بھی دستگاہ کامل رکھتے تھے شعر گوئی کا انھیں ابتدائے عمر سے شوق تھا اور یہ شوق زندگی کی اگلی منزلوں میں تیز تر ہوتا گیا۔ ان کا مجموعۂ اشعار جو دیوان بوصیری کے نام سے چھپ گیا ہے اور متداول ہے۔ ان کی قادر الکلامی پر شاہد عدل ہے۔ ان کے اس کمال کی ہر دَور میں قدر کی گئی۔ ان کے قریب تر عہد کے فضلاء نے بھی اور بعد کے نقادوں نے بھی ان کے اس فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے شیخ الاسلام جلال الدین سیوطی، علامہ ابن العماد حنبلی، ابن شاکر کتبی، پطرس بستانی صاحب ادباء العرب اور امام بوصیری کے شاگرد علامہ ابن سید الناس ان کی اعلیٰ شاعرانہ حیثیت کا بڑی فراخ دلی کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔ مستشرقین میں نکلسن کو بھی بوصیری کی جلالت شان کا قائل ہونا پڑا ہے۔ حصول علم کی جد وجہد میں اور اس عہد کے عام انداز فکر کے مطابق بوصیری نے کوچۂ تصوف کی بھی خاک چھانی کی ہے۔ وہ اس عہد کے مشہور مصری صوفی ابو العباس احمد المرسی متوفی ۶۸۶ھ کے مرید تھے۔ ان کے کلام میں جو سوز وگداز ملتا ہے وہ اسی آستانۂ فیض کے طفیل انھیں ملا۔ خود بوصیری کے تلامذہ ابوحیان عمری غرناطی متوفی ۷۴۵ھ اور ابن سید الناس اشبیلی متوفی ۷۳۴ھ جیسے فاضل روزگار حضرات شامل ہیں۔ اس سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ بوصیری کی علمی حیثیت خاصی بلند تھی۔ اور ساتویں صدی ہجری کے علماء میں انھیں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ حصول علم کے بعد فکر معاش میں بوصیری نے امراء کا توسل اختیار کیا اور مختلف ارباب اقتدار کے ہاں خطاط بعد ازاں کاتب کی حیثیت سے ملازم رہے۔ ان امراء میں انھیں سب سے زیادہ خصوصیت جس امیر سے تھی وہ وزیر زین الدین یعقوب بن زبیر تھا۔ بوصیری اس کی ملازمت میں کئی سال رہے اور اس کی شان میں متعدد قصائد لکھے۔ اس کے بعد اور بھی مختلف درباروں سے منسلک رہے۔ خود ان کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ

دربار داری میں گذارا۔ وہ کہتے ہیں ؎

خدمته بمديح استقيل به   ذنوب عمر مضى في الشعر والخدم

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بوصیری کے دربار سے تعلقات کی اصل وجہ ان کی شعر گوئی تھی اور اسی وصف خاص میں امتیاز کے باعث ان کی امراء کے ہاں قدر دانی بھی ہوتی تھی مگر اس عہد کی پرآشوب سیاسی فضا میں جو بوصیری کی ولادت سے وفات تک مصر و شام کی تھی دربار داری اور ارباب اقتدار سے وابستگی چنداں مفید نہ ہوسکتی تھی اور ہر آن جان کا خطرہ بھی رہتا تھا۔ غالبًا یہی وجہ تھی کہ بوصیری کا دل اس فریضہ ناگوار سے اچاٹ ہوگیا اور انہوں نے امراء و وزراء کی صحبت سے کنارہ کشی اختیار کی۔ ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں امیر المؤمنین ناصر لدین اللہ عباسی بغداد میں برسر اقتدار تھا۔ مشرق میں خوارزم شاہی حکمران تھے۔ جلال الدین خوارزم شاہ اور خلیفۂ عباسی کے مابین اختلافات بڑھتے جاتے تھے اور تعلقات خطرناک حد تک کشیدہ ہو چکے تھے۔ نوبت فوج کشی تک پہنچ چکی تھی اور خوارزم شاہ بغداد پر مسلط ہونے کی گھات میں تھا۔ مشرق سے منگولوں کا سیل بے پایاں بڑھا۔ یہ سیلاب بلا اپنے ساتھ دنیائے اسلام کے وسیع خطوں کو بہا لیگیا اور سنہ ۶۵۶ھ میں بغداد کے عباسی خلفا بھی بساط سیاست سے بجبر اٹھا دیئے گئے شام و مصر بھی منگولوں کے حملوں کی زد میں آئے۔ حلب، حماۃ اور دمشق پر تاتاری لشکر ٹڈی دل کی طرح ٹوٹ پڑے اور ان علاقوں کے مسلمان جو پہلے ہی صلیبی جنگ آزماؤں کے مشق ستم بنے ہوئے تھے۔ اس نئی آفت سے دوچار ہوئے اس پر مستزاد یہ کہ عراق سے لٹے پٹے مسلمانوں کے قافلے شام و مصر کی جانب چلے آرہے تھے یہ حالات لوگوں میں اضطراب اور مایوسی پیدا کرنے کے سب سے بڑے محرک ثابت ہوئے۔ بوصیری کی عمر اس ابتلا کے وقت پچاس سال کے قریب تھی۔ بظاہر یہی ان کے عروج کا زمانہ ہے اور یہی وہ نقطہ اساسی تھا جہاں سے ان کی ذہنی کیفیت میں تبدیلی شروع ہوئی۔ اس کے بعد وہ ہمیں اس عہد کے مشہور صوفی ابو العباس احمد المرسی کے آستانہ نیاز پر جبین نازخم کئے نظر آتے ہیں بعد ازاں بیت المقدس میں زندگی کے دس سال عبادت و ریاضت میں گذارنے کے بعد ارض حجاز کی مقدس فضاؤں میں وہ سانس لیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے بعد زندگی کا رہوار در شیخ پر واپس آتا ہے اور یہیں سنہ ۶۹۴ھ یا ۶۹۵ھ میں سفر آخرت اختیار کرتا ہے اور بوصیری کی مضطرب روح، ایسی ہی مضطرب جیسی کہ اس عہد کی روح تھی، مصر قدیم کی آغوش خاک میں سکون پاتی ہے۔

شاعرانہ کمال

امام بوصیری کی شاعری اور ان کے شاعرانہ کمال سے متعلق کچھ عرض کردینا ضروری ہے۔ اس دور کی شاعری کی اہم خصوصیات پر نظر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ شعراء کی طبائع پر جمود طاری ہے۔ تمام دنیائے اسلام میں سے صرف مصر و شام میں بعض ایسے نام ملتے ہیں جنہیں شاعر کہا جاسکتا ہے اور ان میں سے سب سے بہتر شاعر کی حیثیت بھی ایک معمولی فن کار سے زیادہ نہیں۔ اس عہد میں شعر صنعت لفظی کا دوسرا نام بن گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ زبان کی فصاحت و سلاست پر بھی برا اثر پڑا اور اس میں بھی خرابیاں پیدا ہوئیں۔ شعراء نے تاریخی واقعات کو نظم کرنے کا طریقہ اختیار کیا مگر ایسے اشعار بھی جذبات اور زور بیان سے عاری رہے۔ اس عہد کے یہ نقائص بوصیری کی شاعری میں بھی نظر آتے ہیں۔ انھوں نے صنائع لفظی و معنوی کی جانب ضرورت سے زیادہ توجہ دی ہے اور عمومًا اُن کے یہاں اسی کی گرم بازاری ہے۔ اُن کے اشعار زیادہ تر پھیکے ہیں۔ اُن میں نہ تو زبان کا مزہ ہے اور نہ ہی بیان کا چٹخارہ مگر اس کے باوجود جو اشعار صاف نکل گئے ہیں ان میں تاثیر بھی ہے اور جذبات کی شدت بھی۔ اُن کے اسلوب میں سادگی ہے مگر آمد نہیں۔ بوصیری کے اشعار میں صنائع و بدائع کے جلوے دیکھیے! قصیدہ بردہ کا مطلع ہے ؎ امن تذکر جیران الخ اس شعر میں جناس ناقص ہے "دمع" اور "دم" میں اس کے علاوہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ "جری من مقلة" زائد ہے۔ اس کے بغیر بھی شعر مکمل ہے۔ ...... بردہ کا تیسرا شعر ہے ؎ فما لعینك الخ اس شعر میں صنعت طباق ہے مصرعۂ اولیٰ میں "اکففا" اور "ہمتا" اور مصرعۂ ثانیہ میں اس کے مقابل "استفق" اور "یہم" کے الفاظ لائے گئے ہیں ــــ فلا ترم بالمعاصی الخ اس شعر میں تمثیل نگاری کی اچھی مثال ملتی ہے۔ یعنی نفس سرکش کے زور کو کثرت عصیان سے توڑا نہیں جاسکتا بلکہ اس سے وہ اور قوی ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی جیسے کہ بسیار خوار کی اشتہا میں بسیار خواری سے کمی نہیں بلکہ اور اضافہ ہی ہوتا ہے ــــ لو کنت اعلم الخ اس شعر میں کتمت میں "کتم" و "کتم" میں تجنیس ہے اور "سرا" و "بدا" میں صنعت تضاد ہے اور شاید ان کے سوا اس شعر میں کوئی اور بات بھی نہیں ہے۔ بردہ کا ایک دوسرا شعر ہے ؎ فاصرف هواها الخ۔ یہاں استعارہ تخلیہ ہے کیونکہ شاعر نے خواہشات نفسانی کو ایسے انسان سے تشبیہ دی ہے جو حکومت کا طالب ہے اور مشبہ بہ کو محذوف

کر کے اس کے لوازم سے اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح "من حیث لم یدر ان السم فی الدسم" میں "سم" اور "دسم" میں تجنیس ناقص ہے نہ صرف قصیدہ بردہ۔ بلکہ بوصیریؒ کی شاعری اس دَور کے مذاق عام کی تقلید میں ان صنائع بدائع سے بھری پڑی ہے۔ مگر نعتیہ اشعار میں شدت جذبات اور اثر انگیزی کی کمی نہیں ـــ فھو الذی تم معناہ وصورتہٗ الخ۔ ان اشعار کا تاثر ان کی روانی میں بھی مضمر ہے اور خلوص میں بھی ـــ کالزھر فی ترف الخ۔ اس شعر میں نعت گوئی اپنے نقطۂ کمال پر نظر آتی ہے۔ مگر نعتیہ اشعار میں یہ کمال ہر مقام پر دکھائی نہیں دیتا۔ مثلاً ـــ

"فان فضل رسول اللہ" اس شعر میں قافیہ "فم" بالکل زائد اور بدنما معلوم ہوتا ہے۔

معجزات اور غزوات نبویؐ کے بیان میں بعض مقامات پر بڑی پرکاری سے کام لیا ہے۔ مثلاً اقسمت بالقمر المنشق الخ اختصار سے واقعات کو پوری جزئیات کے ساتھ قلمبند کرنے میں بھی بوصیریؒ کو کمال حاصل ہے۔ مثلاً واقعۂ ہجرت کا بیان ملاحظہ ہو ؎ فالصدق فی الغار الخ۔ مختصر یہ کہ اپنے عہد کے شعراء میں بوصیریؒ کو ایک مقام خاص حاصل ہے۔ اور ان نقائص سے قطع نظر جو اس دور کی خصوصیت بنگئے ہیں وہ نہ صرف اپنے عہد کے بلکہ حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ کے سوا عربی زبان کے سب سے بڑے نعت گو شاعر ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انھیں ہر دَور میں پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا گیا اور ان کے اشعار کو قبول عام نصیب ہوا۔

قصیدے کی مقبولیت

قصیدہ بردہ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کی شرحیں، تضمین اور تشطیریں سب سے زیادہ لکھی گئی ہیں۔ ان شروح کی زبانیں عربی، فارسی، ترکی اور اُردو وغیرہ ہیں۔ اس طور سے تمام اسلامی زبانوں میں اس کی شروح کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ اس قصیدے کی تخمیس، تسبیع، تشطیر اور تذئیل بھی ہر دور میں مختلف زبانوں میں بکثرت تحریر کی گئیں۔ جن کی تفصیل کیلئے سفینہ چاہیئے۔ اس مختصر سی تمہید میں ان کا اجمالی بیان کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ ہماری معلومات کی اساس مشہور ترکی عالم اور ماہر کتابیات علامہ مصطفٰے بن عبد اللہ المعروف بہ حاجی خلیفہ و کاتب چلپی کی شہرۂ آفاق کتاب کشف الظنون المجلد الثانی مطبوعۂ استنبول سنہ ۱۳۶۲ھ مطابق سنہ ۱۹۴۳ء ہے۔ اس کے علاوہ دوسری کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

قصیدے کی تلخیص و تجزیہ

قصیدہ بردہ دس (۱۰) فصلوں پر مشتمل ہے۔ کل اشعار کی تعداد متداول نسخوں کے مطابق ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) ہے۔ مگر اُن میں سے بعض بعض اشعار الحاقی ہیں۔ مثلاً ثم الرضا عن ابی بکر و عن عمر ؎ و عن علی و عن عثمان ذی الکرم۔ والآل والصحب ثم التابعین فھم ؎ اھل التقیٰ والنقا والحلم والکرم۔ فاغفر لناشدھا واغفر لقارئھا ؎ سألتک الخیر یا ذا الجود والکرم۔

ان تین الحاقی اشعار کے علاوہ مندرجہ ذیل دو شعر بھی قدیم نسخوں میں منقول نہیں ہیں ؎

حتی اذا طلعت فی الکون عم ھدا ؎ ھا العلمین واحیت سائر الامم۔

آیاتہ الغر لا یخفی علی احد ؎ وبدونھا العدل بین الناس لم یقم

اس طور سے قصیدے کے کل اشعار ایک سو ساٹھ (۱۶۰) قرار پاتے ہیں۔ اس کی تصدیق اس الحاقی شعر سے بھی ہوتی ہے باجوری وغیرہ شارحین بردہ نے الحاقی اشعار کے ضمن میں نقل کیا ہے ؎

ابیاتھا قد اتت ستین مع مائۃ ؎ فرج بھا کربنا یا واسع الکرم۔

اگرچہ یہ شعر الحاقی ہے اور بوصیری کی جانب اس کی نسبت مشکوک ہے مگر اس سے کم از کم یہ بات تو ثابت ہوتی ہی ہے کہ بردہ کے اشعار کی تسلیم شدہ تعداد ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ہی ہے ان اشعار کے علاوہ بھی بعض اشعار اس قصیدے میں شامل کرلئے گئے ہیں۔ مثلاً ؎

یارب بالمصطفٰے بلغ مقاصدنا ؎ واغفر لنا وامضی یا واسع الکرم۔

واغفر الٰہی لکل المسلمین بما ؎ یتلوہ فی المسجد الاقصی وفی الحرم

بجاہ من بیتہ فی طیبۃ حرم ؎ واسمہ قسم من اعظم القسم

وھذہ البردۃ المختار قد ختمت ؎ والحمد للہ فی بدءٍ وفی ختم

اسی طرح قصیدے کے آغاز میں مندرجۂ ذیل دو اشعار بڑھا دیئے گئے ؎

الحمد للہ منشی الخلق من عدم ؎ ثم الصلوٰۃ علی المختار فی القدم ـ مولای صل وسلم دائماً ابداً ؎ علی حبیبک خیر الخلق کلھم ـ

اگر ان تمام اشعار کو شامل کرلیا جائے تو قصیدۂ بردہ کے اشعار کی مجموعی تعداد ایک سو بہتر (۱۷۲) قرار پاتی ہے۔ بگر اوتوی یہی ہے اس کے کل اشعار ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ہیں۔ بقیہ بارہ شعر الحاقی ہیں جن کی نسبت امام بوصیری کی جانب درست نہیں ہے (کما فی بردۃ المدیح بتغییر یسیر)

محمد سلیمان ارمان القاسمی - ہاتھزاری

۱۴- ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

خطبه

بسم الله الرحمٰن الرحیم ـــــ ونصلی علیٰ رسوله الکریم

الحمد لله الذی هدانا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله بدیع السموات والارض الفرد الصمد القیوم وحده لاشریك له ولا نستعین الا به ولا نعبد الا ایاه. فسبحان من عزیز حکیم تعالیٰ وتقدس من ان یکون لصاحبة وولد حاشاه. منزه عن الانداد والاضداد والامثال والاشباه والصلوة الزاکیات علی اصل الکل وخاتم الرسل سیدنا ومولانا محمد انفسنا فداه. فلا وسیلة لنا فی النشأتین سواه. قمع الشرك وصدع بالتوحید فلله حسن مسعاً قد اشرقت السموٰت والارض بنور محیاه ونور العالم بنوره وضیاه وعطر الکون بلطیف ریاه فذکره الشریف علیٰ لسنتنا ما اشهاه واحلاه و خیاله النظیف فی قلوبنا ما اطیبه واهناه وعلیٰ اله الطاهرین هداة الخلق وحماة الحق ذوی المناقب الجلیلة والجاه واصحابه الاکرمین ورتقة الفتق وفتحة الغرب والشرق الذین هم شادوا بنیان الذین وحموا حماه فمن لم یتمسك بهم لم یرزق ولاهم فوا اسفاه ومن لم یرض بهم ائمة ولم یحط بحبهم فوا حسرتاه وسلم تسلیماً اما بعد فقد مضی برهة من زمانی وطائفة من اوانی فی شرح اشعار الجاهلیة وما ضاهاها من الخیالات الغیر المرضیة والهواجس الردیة فتاسفت علیٰ ضیاع عمری فیما لا یعنینی واشتغالی فیه وتذکرت قول علیه الصلوة والسلام من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه فانتهضت لشرح القصیدة الفریدة البردة الغراء المیمونة المبارکة عند العلماء والعرفاء وسمیته عطر الوردہ فی شرح البردہ کتبت فیه اولاً فی العربی معانی اللغات وبینت المحاورات بحیث یتضح حاصل الشعر واستغنت فی بشرح الملا عبد الغنی القرابانی رحمه الله تعالیٰ ثم شرحته ثانیاً فی الهندی شرحاً یکشف معضلاته ویسهل مغلقاته تسهیلاً للطلبة وتمهید المزید الرغبة فهو فی الحقیقة شرحان شرح فی العربی وشرح فی الهندی راجیاً ان یکون کفارة لما کسبت یدای وذخیرة لعقبائی وکیف لا وهی مدح سید الانبیاء الذی خلق لاجله الارض والسماء هذا وقد اصغی الیها صلوات الله وسلامه علیه کما روی بسمع الرضاء فطوبیٰ لناظمها وقاریها وسامعها یوم الجزاء وقد وصل قوم بمواظبة وردها الی درجات الولایة العلیا وظفروا بمداومة قرأتها بمراتب الفوز والزلفیٰ ولعمری ما احسن تمهیدها وتشبیبها وما اردع شیدها ونسیبها وما اصدق مقاصدها ومضامینها وما انضر ازهارها وبساتینها فلله در الناظم لقد اتی بالعجب العجاب فی ارضی رب الارباب اذ ذکر معجزاته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ومدحه بنظم معجز فائق وکلام رائع رائق ونیة صحیحة صالحة وارادة صادقة خالصة فجاء مقبولاً عند الخواص والعوام ومبارکاً عند طوائف الانام ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم۔

سبب نظم هذه القصیدة قال الناظم وهو الشیخ الامام قدوة الانام ابو عبد الله شرف الدین محمد بن سعید بن حماد البوصیری قدس الله سره وافاض علینا برکاته وبره. سبب انشائی هذه القصیدة

انی کنت قد اصابنی خلط فالج فابطل نصفی الاسفل ولم انتفع بنفسی فالهمت ان اعمل قصیدة فی مدح النبی صلے الله علیه وسلم لاستشفی بها الی الله تعالیٰ فنظمت هذه القصیدة ونمت فرأیت النبی علیه السلام فی المنام فمسح علیّ بیده المبارکة فعوفیت فخرجت من بیتی غداة فلقینی بعض الفقراء وقال لی یا سیدی ارید منك ان اسمع القصیدة التی مدحت بها رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت و قد حصل عندی منه شئ وای قصیدة ترید فانی مدحته صلوات الله علیه بقصائد کثیرة فقال التی اولها ـــ امن تذکر جیران بذی سلم ؔ فتعجب منه اذ کنت ما اجزت بها احداً فقال والله لقد سمعتها وهی تنشد بین یدی من صنفت فیه وهو صلے الله علیه وسلم یتمایل تمایل القضیب فاعطیته القصیدة وذهب وذکر ما جری بینه وبینی عند الناس وفشا الخبر وبلغ الی الصاحب بهاء الدین وزیر الملك الطاهر فاخذها واستنسخ القصیدة ونذر ان لا یسمعها الا حافیا قائماً مکشوف الراس وکان یحب سماعها ویتبرك بها هو واهل وراؤا اموراً اعظیمة فی دینهم ودنیاهم۔ ولقد اصاب سعد الدین الفارقی موقع الصاحب المذکور مدٌ عظیم اشرف منه علی العمیٰ فرای فی منامه قائلا یقول له امض الی الصاحب بهاء الدین وخذ منه البردة واجعلها علیٰ عینیك تبرأ بها فجاء الی الصاحب وقص علیه ما رأی فقال ما عندی شئ یقال له البردة وانما عندی مدیح رسول الله صلے الله علیه وسلم نستشفی بها فاخرجها و وضعها علیٰ عینیه فبرء وهو جالس فشفاه الله تعالیٰ من الرمد لوقته۔

وجه تسمیة القصیدة بالبردة : ان البردة الثوب المخطط کما فی القاموس والناظم قدس سره یذکر فیها المضامین المختلفة فتارة یذکر الصبابة ولوازمها من الاشواق والاحزان ومرة یتجرد من نفسه مخاطبا ویحاوره عتاباً ویخاطبه سوالا وجواباً وطوراً یعترف بالتقصیر ویعتذر عنه وحیناً یحذر عن مکائد النفس ویعظ الناس وساعة یتشبث بالرحله ویستغیث ویستشفع به صلی الله علیه وسلم ووقتاً یمدحه علیه السلام ویشرح کمالاته الذاتیه والمکتسبة ویبین معجزاته الظاهرة الباهرة ویذکر فضائل اصحابه باتم بیان الی غیر ذلك. فکانه لکل مضمون لون عجیب فائق یشبه کل مضمون بخط حسن الهیئة الرائق فشابهت القصیدة ببردة مخطط. فسمیت بها وقال بعض الشراح ان البردة اسم لما یبرد کفعلة اسم لما یفعل واکلة اسم لما یوکل ماخوذة من البرد ومعناه فی اللغة بوہان سائیدن وراست کردن۔

فلما كانت الفاظ هذه القصيدة مصونة عن الزوائد والتعقيد منظومة متزينة بكمال التناسب شبهها بما يبرد بالآلات فى الصفاء والزينة والاستواء فسميت بها ويجوز ان يكون ماخوذة من البرد بمعنى الترويح والتنفيس ويلائمه ما وقع فى الخير بَرْدَ امرنا اى صلح وحسن فلما كانت القصيدة سببا لحصول الروح والراحة لقلب القارى والسامع اشتق منه اسم البردة قيل القى عليه الرسول صلى الله عليه وسلم بروئية المباركة فى النوم عند سماع القصيدة نعوفى لساعة والآن نشرع فى شرح ما نحن بصدده مستعينا بمنه وكرمه ومداده -

پوشیدہ نہ رہے کہ یہ قصیدہ بحر بسیط میں ہے کہ ہر مصرع اس کا اصل میں بوزن مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن ہے. اور رکن چہارم اس کا بالالتزام مخبون ہے۔ اور رکن سوم ہر جگہ سالم ہے اور ہر دو رکن اول و دوم میں چار صورتیں ہیں (۱) یا تو دونوں مخبون ہیں جیسا مصرعۂ اول قصیدۂ ھٰذا میں ہے (۲) یا دونوں سالم ہیں جیسا ــــــ ام ھبت الریح من تلقاء کاظمۃ۔ میں ــــــ (۳) یا اول مخبون اور دوم سالم ہیں مثل ــــــ وراودتہ الجبال الشم من ذھب - (۴) یا اول سالم اور دوم مخبون مانند ــــــ من نفسہ فارا ہا ایما شمم۔

خبن کہتے ہیں اسقاط حرف ساکن سبب خفیف کو جو رکن اول میں واقع ہو پس فاعلن مخبون فَعِلن رہ جائے گا اور مستفعلن مخبون متفعلن ہو جاوے گا چونکہ یہ لفظ مہمل ہے اس کے بدلے مفاعلن لے آتے ہیں۔ اور حرف روی میں اکثر جگہ اشباع ہے اور بعض مقام پر نہیں ہے مانند رُمی و ظلمی وغیرہ کے اور اشباع کے یہ معنی ہیں کہ ضمہ کو اس قدر کھینچ کر پڑھیں کہ اس سے حرف واو پیدا ہو جاوے اور اسی طرح فتحہ کے کھینچنے سے الف اور کسرہ کے کھینچنے سے حرف یاء۔ اور اس حرف نو پیدا کو تقطیع میں اعتبار کرتے ہیں۔ مثلاً سَلَمِ و اضم بصورت اشباع فعلن کے وزن پر محسوب ہوں گے اور اشباع اکثر حرف روی میں واقع ہوتا ہے اور کبھی وسط مصرع میں بھی واقع ہوتا ہے جیسا اشباع یائے منہ کا ذیل مصرع میں ــــــ فان لی ذمۃ منہ بتسمیتی ــــــ فقط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ٭ عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

الفصل الاول فی ذکر عشق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٍ	۱	مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰی مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ
اَمْ هَبَّتِ الرِّيْحُ مِنْ تِلْقَاءِ كَاظِمَةٍ	۲	اَوْ اَوْمَضَ الْبَرْقُ فِی الظَّلْمَاءِ مِنْ اِضَمِ

۱ الهمزة للاستفهام على طريق التجاهل. كانه يتجاهل عن سبب بكائه فيسال عنه. وقدم الجار والمجرور على الفعل للاهتمام بشانه اوليحصل منه لفظ امنت ويتفاءل به بان من التزام قراءة هذه القصيدة المباركة يامن من الازمات والآفات ويرغب الشارع فيها زيادة رغبة. والتذكر اما من الذكر بالضم وهو ما يكون بالقلب او بالكسر وهو ما يكون باللسان. والجيران جمع جار. والسلم بفتح اللام شجر ذو شوك يدبغ بجلدها الاديم وهو فى الهندية ببول اونحوه. وذو سلم موضع بين الحرمين المعظمين والمزاج الخلط -

ترجمہ: ناظم بطریق تجرید اپنی طرف خطاب کر کے بطور تجاہل عارفانہ کہتا ہے کہ تو نے بیاد ہمسائیگان موضع ذی سلم جن میں تیرا دلی مقصود محبوب بھی تھا اپنے اشک کو جو حدقۂ چشم سے برنگ چشمہ جاری ہے خون سے ملا دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ گو اشک بھی تیری آنکھوں سے بکثرت جاری ہیں مگر خون کی کثرت کو نہیں پہنچتے کیونکہ عرفاً ممزوج ممزوج بہ سے قلیل المقدار ہوتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ آٹے میں نمک ملا دیا ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ نمک میں آٹا ملا دیا۔ اور لطائف عجیبۂ اس قصیدہ علیہ سے یہ ہے کہ اس کے آغاز میں ایسے کلمات آئے ہیں کہ ان سے جملہ اَمِنْتَ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ نیک فال پیدا ہوتی ہے کہ مصنف اور قصیدے کے قاری آفات و بلیات سے محفوظ ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔

۲ ام هى المتصلة ومعناه الترديد. وكونها منفصلة بمعنى بل بعيد كل البعد فان الناظم يسال عن تعيين سبب البكاء من الاسباب الثلثة اى التذكر وهبوب الريح وايماض البرق. ولفظ بل يخالف غرضه والتلقاء الجانب وكاظمة من اسماء المدينة النبوية صلى الله عليه وسلم. واومض لمع والظلماء الظلمة خلاف النور والجمع ظلم وظلمات. واضم كعنب اسم جبل فى نواحى المدينة المطهرة. ترجمہ: یا مقام کاظمہ کی طرف سے بادِ اُنس و محبت چل پڑی۔ یا موضع اِضم کی سمت تاریکی شب میں بجلی کوندی۔ الحاصل شاعر اپنے نفس سے بطور تجاہل عارفانہ پوچھتا ہے کہ آیا تیرے گریۂ خونی کا سبب یاد احباب موضع ذی سلم ہے یا یہ کہ سمت مقام کاظمہ سے ہوائے مشک بیز آئی اور روائح یار لائی کہ تو اس کو سونگھ کر بیاد محبوب بے اختیار رونے لگا۔ یا کوہِ اضم کی جانب برق چمکی اور تو نے اس کی روشنی میں منزل محبوب دیکھ لی اور اس سبب بیتابانہ ابر بہار کی مانند رونے لگا۔ پس تو مجھ کو بتا دے کہ ان تینوں سببوں میں سے تیرے گریہ کا کیا باعث ہے۔ یاد احباب میں رونا اور ہوائے کوئے محبوب

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

فما لِعَينَيكَ اِن قُلتَ اكففا همتا	۱ـه	ومَا لِقَلبِكَ اِن قُلتَ استَفِق يَهِم
اَيحسَبُ الصَّبُّ اَنَّ الحُبَّ مُنكَتِم	۲ـه	مَابَينَ مُنسَجِمٍ مِنهُ ومُضطَرِم

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) اس کی بود و باش پاکر بیتاب ہونا۔ اور برق جانب دیار و دوست کو دیکھ کر تڑپنا اور رونا دھونا خاص عاشقاں و مذہب بیدلاں ہیں ع ذوق ایں می نشناسی بخدا تا نچشی۔ وما احسن قیل

مبتلائے بغم و محنت و اندوہ فراق + ای دل نالہ و افغاں تو بے چیزے نیست ؛ وہ چہ آورد صبا از سر کویش بوئے
ای گل ایں چاک گریبان تو بے چیزے نیست ؛ برقے از وادی ایمن بدرخشید مگر + طپش ایں دل نالاں
تو بے چیزے نیست ؛ رباعی ایں باد چنیں طرب فزای آئی + از طوف کدامی کف پای آئی ؛
از کوئے کہ برخاستہ راست بگو + ای باد بچشم آشنائی آئی ؛
ے چمن کوچہ جاناں سے یہ کیا آتی ہے + ناز کرتی ہوئی جو باد صبا آتی ہے ؛

(متعلق صفحۂ ہذا) ۱ـه الفاء فصیحۃ جواب شرط محذوف یفصح ای یظہر حذفہ۔ تقدیرہ ان لم یکن اسباب البکاء ماذکر فما لعینک الخ وما استفہامیۃ والکف المنع والہمی السیلان۔ والاستفاقۃ طلب الافاقۃ والہیمان شدۃ الولہ والحیرۃ من الحب۔ **ترجمہ** ۔ اگر تیری گریہ وزاری منجملہ اسباب مذکورہ کے کسی سبب سے نہیں ہے تو تیری دونوں چشمہائے اشکبار کو کیا ہوگیا ہے اور کیا بلا پیش آئی ہے کہ جب تو ان کو اشکباری سے روکتا ہے تو وہ الٹی اور زیادہ بہنے لگتی ہیں اور تیرے دل پر کیا صدمہ ہے کہ جب تو اس کو کہتا ہے کہ ذرا ہوش میں آ۔ تو وہ اور زیادہ مدہوش اور حیران ہو جاتا ہے ے

چیست چشمت را کہ چوں گوئی بایست + آنچہ بود اول ازاں افزوں گریست ؛ چوں بگوئی با دل اے دل ہوشدار + برکشد از سینہ آہے پرشرار ؛ گر نہ سوز عشق شوخی در دل است + از چہ وزیں گریہ کارت مشکل ست۔ ۲ـه الاستفہام للتعجب او للانکار التوبیخی ای ماینبغی الانکار والصب العاشق وکانہ من صب الماء لان العاشق بجاء دائما والانکتام الاستتار والانسجام السیلان والاضطرام الاشتعال ومنسجم ومضطرم صفتان الموصوفین محذوفین ای دمع منسجم وقلب مضطرم۔ وضمیر منہ للصب او للحب **ترجمہ** : کیا عاشق گمان کرتا ہے کہ اس کی محبت اور اس کا راز عشق اس کے دو غمازوں میں کہ ایک ان میں کا اشک ریزاں اور دوسرا دل سوزاں ہے پوشیدہ رہے گا۔ یعنی یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک اس کا عشق باوجود ان خانگی چغلخوروں کے پوشیدہ رہے کیونکہ اس کی ہر دو چشمانِ اشکبار و دل بیقرار اس کے عشق کا پردہ فاش کرنے کو کافی ووافی ہیں۔ یہاں اول سائل نے استکشاف حال عاشق میں بمبالغہ سعی کی جب اس نے کچھ جواب نہ دیا اور باوجود فہمائش اپنے عشق کو پوشیدہ رکھنا چاہا ناچار سائل نے طریق خطاب سے گریز کرکے بطور غیبت گفتگو شروع کی تاکہ عاشق یہ سمجھکر کہ ناصح مجھکو ضعیف و بیکس جانکر سخت دھمکاتا ہے۔ برہم نہ ہو۔ اب ناصح مہربان طرز گفتگو بدل کر فرماتا ہے کہ عام قاعدہ مسلمہ ہے کہ مشک و عشق را نتواں نہفتن۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بیچارہ عاشق اظہار علامات محبت میں سخت مجبور ہے۔

(باقی برصفحۂ آئندہ)

لَولَا الهَوىٰ لَم تُرِق دَمعًا عَلىٰ طَلَلٍ	۱ـه	وَلَا اَرِقتَ لِذِكرِ البَانِ وَالعَلَمِ
فَكَيفَ تُنكِرُ حُبًّا بَعدَ مَا شَهِدَت	۲ـه	بِهٖ عَلَيكَ عُدُولُ الدَّمعِ وَالسَّقَمِ
وَاَثبَتَ الوَجدُ خَطَّي عَبرَةٍ وَّضَنًا	۳ـه	مِثلَ البَهَارِ عَلىٰ خَدَّيكَ وَالعَنَمِ

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) خصوصًا اس وجہ سے کہ اس کی چشمانِ اشک ریز اور دلِ آتش انگیز اس کے دو غماز ہیں جو ہر دم اس کا راز نہفتہ آشکار کرتے رہتے ہیں۔ و اجاد القائل ے

میتواں داشت نہاں عشق ز مردم لیکن + زردیٔ رنگ رخ و خشکیٔ لب را چہ علاج ۔ وصدق القائل
عشق خود را اگر کنی پنہاں ز کس + شاہد تو گریۂ زار تو بس ؛ راز پنہاں ترا در عشق یار + میکند ایں آتش دل آشکار

(متعلق صفحۂ ہذا) ۱ـه لولا یکون لانتفاء الشیٔ لوجود غیرہ ویجب حذف خبر المبتدا بعدہا۔ والاراقۃ الصب والطلل بقیۃ رسم الدار وتنوین دمعا للتکثیر وفی طلل للتحقیر۔ والارق السہر وہو ذہاب النوم واللام علی الذکر للوقت کما فی قولہ تعالیٰ لدلوک الشمس او للاجل۔ والبان شجر یشبہ بہ قد المحبوب فی طولہ وحسن ہیئتہ والعلم الجبل واللام فیہ للعہد و ارادبہ اضما۔ **ترجمہ** : اگر تجھکو مرض محبت نہ ہوتا تو اشکہائے بسیار ایک دنی کھنڈر دیار یا پر نہ بہاتا اور درخت بان کو جو قامت محبوب کے ساتھ مشابہ ہے اور کوہ اضم کو جو اس کی فرودگاہ ہے یاد کرکے شبہائے دراز بیخواب و بیتاب تیر نہ کرتا۔ یہاں ناظم بطور دلیل انی کے اثر سے موثر کو ثابت کرتا ہے۔ پس جب تیرا عشق قطعًا ثابت ہوگیا تو اخفا کے ساتھ چنانچہ اگلے شعر میں کہتا ہے ۲ـه الفاء فصیحۃ والاستفہام انکاری وتنوین حبا للتعظیم ای حبا عظیما لایعرف شانہ ولایمکن بیانہ۔ وعدول جمع عادل وجمعیۃ باعتبار مافوق الواحد او باعتبار تعداد اقسام الاسقام۔ **ترجمہ** سو اب تو اپنی محبت نمایاں کا کس کی طرح انکار کرتا ہے بعد اس کے کہ تیرے عشق کی دو گواہوں صادق وعادل اشکہائے سرخ و بیماری کے تجھ پر گواہی دے چکے ۳ـه عطف علی شہدت۔ الوجد بفتح الواو الحزن۔ والعبرۃ الدمع۔ والضنی کرحی الہزال ورثاثۃ الہیئۃ الذی بمنزلۃ الخاتم للقاضی۔ وہو عطف علی عبرۃ۔ ویلزمہ صفرۃ الوجہ لقلۃ الدم۔ والبہار الورد الاصفر والعنم شجر لہ اغصان حمر لینۃ یشبہ بہا بنان النساء۔ **ترجمہ**۔ اور تو کس طرح اپنے عشق کا انکار کرتا ہے اس کے بعد کہ تخم محبت نے تیرے دونوں رخساروں پر دو خط اشک سرخ وخون آلود ولاغری جو باعث زردی رنگ ہوتی ہے مثل رنگ زرد گلاب اور مانند عنم کے کہ سرخ ہوتا ہے اور یہ بمنزلہ مہر قاضی کے ہیں لکھدیئے ہیں اور حمرت اور صفرت کو وجہ کی طرف اس لئے منسوب کیا کہ وہی سبب قریب ہر دو رنگ ہے۔

نَعَمْ سَرٰی طَیْفُ مَنْ اَھْوٰی فَاَرَّقَنِیْ	۱ہ	وَالْحُبُّ یَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ
یَا لَائِمِیْ فِی الْھَوَی الْعُذْرِیِّ مَعْذِرَۃً	۲ہ	مِنِّیْ اِلَیْکَ وَلَوْ اَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ
عَدَتْکَ حَالِیَ لَاسِرِّیْ بِمُسْتَتِرٍ	۳ہ	عَنِ الْوُشَاۃِ وَلَا دَائِیْ بِمُنْحَسِمِ

۱ہ نعم کلمۃ ایجاب۔ والسری الذہاب باللیل۔ والطیف الخیال والعائد الی الموصول محذوف ای اہواہ وارقنی اسہرنی۔ ویعترض یجول اویقبل۔ والالام ادراک غیر الملائم من حیث انہ غیر ملائم۔ **ترجمہ**۔ جبکہ سائل نے عاشق پر انکار کی راہیں بند کر دیں ناچار اس کو اپنے عشق کا اقرار کرنا پڑا۔ پس اب کیفیت ابتلائے محبت بیان کرتا ہے کہ ہاں صاحب رات کو خیال محبوب میرے پاس آیا اور میرے خواب راحت کو دور کر کے مجکو بیدار کر دیا۔ اور ایسا حال میرا کس طرح نہ ہوتا اور حقیقت واقعی یہ ہے کہ محبت اور عشق لذات میں آڑ یعنی حائل ہو جاتے ہیں اور تمام آسائش و آرام مفقود ہو جاتے ہیں۔ رباعی: امشب کہ خیال یار آمد در خواب ؎ بیدار شدم زخواب باچشم پُر آب

بودم ہمہ شب نشستہ بحال خراب ؎ واں راحت وخرمی بدل شد بعذاب

۲ہ العذری المنسوب الی بنی عذرۃ وہی قبیلۃ من الیمن قد اشتہر رجالہم بو نور العشق لایتجاوز اعمارہم من ثلثین غالباً لفرط العشق۔ وسُئل عذری عن سبب نقال فی قلوبنا رقۃ وفی نسائنا جمال وعفۃ وقیل المراد بالہوی العذری الہوی الذی یعذر فیہ صاحبہ للاضطرار وسلب الاختیار معذرۃ منصوبۃ بفعل مقدر ای اقبل معذرۃً صادرۃ منی واصلۃ الیک والجملۃ جواب النداء وقیل الجواب قول محضتنی النصح فی الشعر الثالث الآتی وہو بعید جدًا ولک ان تقول الیک اسم فعل بمعنی ابعد ای ابعد منی وعن قصد ملامتی۔ **ترجمہ** اے میرے ملامت گر کہ درباب ایسے عشق کے کہ جو مثل محبت بنی عذرہ کے ثابت و مستحکم و غیر زوال پذیر ہے۔ یا درباب ایسے عشق کے جس کا عذر ظاہر اور قابل قبول ہے مجکو ملامت کرتا ہے میری بے اختیاری پر لحاظ کر کے وہ عذر جو تیرے روبرو عرض کرتا ہوں قبول فرما یا مجھ سے دور ہو۔ اور ایسے امر کی مجکو تکلیف مالایطاق نہ دے جس کے ترک کی مجکو قدرت نہیں۔ اور اگر تو انصاف کیش ہوتا تو سرے سے مجکو ملامت ہی نہ کرتا۔ مگر کیا کیجئے کہ مجکو ظالم سے پالا پڑا ہے اولنعم ما قیل ؎ زبے دردان علاج درد خود جستن بداں ماند ؎ کہ نیش از پا بروں آرد کسے از نیش عقربہا۔ ۳ہ عدتک جاوزتک ووصل الیک اومنک الی الناس حالی۔ والوشاۃ اصلہا وشیۃ وہی جمع واشٍ کطلبۃ جمع طالب۔ وہی من الوشی وہو تزیین الثوب بالنقوش سمی بہ النمام لانہ یزین اقوالہ الباطل المموہۃ والانحسام بالحاء المہملۃ الانقطاع وعدتک اخبار اودعاء علی اللائم اولہ۔ **ترجمہ** درصورت اخبار یہ ہوگا کہ میرے عشق کی پوری کیفیت تجھ تک یا تجھ سے آگے بڑھ کر تیری زبانی سب لوگوں کو معلوم ہو گئی ہے اب نہ میرا عشق غمازوں سے چھپا ہوا ہے اور نہ میرا درد عشق منقطع ہونے والا ہے اور لائم کے اوپر بددعا کی تقریر یہ ہے کہ اے ملامت گر تو جو عاشق مضطر بیقرار وبے اختیار کو بیدردانہ ملامت کرتا ہے خدا کرے کہ یہ میرا مرض مجھ سے بڑھ کر اور جدا ہو کر تجھ سے لگ جاوے جب تجھ کو میری بے اختیاری کا حال بخوبی معلوم ہو اور مجھ کو معذور سمجھے دعائے خیر کی تقریر اس طرح ہے کہ یہ میری اضطراری حالت و رسوائی خدا کرے تجھ پر ڈیرہ نہ ڈالے بلکہ تجھ سے آگے بڑھ کر نصیب دشمناں ہو۔ اس صورت میں عدتک کا کاف منصوب بنزع حافض ہوگا ای تجاوزت عنک حالی وحفظک اللہ منہا۔

مَحَضْتَنِی النُّصْحَ لٰکِنْ لَّسْتُ اَسْمَعُہٗ	۱ہ	اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِیْ صَمَمِ
اِنِّی اتَّھَمْتُ نَصِیْحَ الشَّیْبِ فِیْ عَذَلِیْ	۲ہ	وَالشَّیْبُ اَبْعَدُ فِیْ نُصْحٍ مِّنَ التُّھَمِ

الفصل الثانی فی منع ھوی النفس

فَاِنَّ اَمَّارَتِیْ بِالسُّوْءِ مَا اتَّعَظَتْ	۳ہ	مِنْ جَھْلِھَا بِنَذِیْرِ الشَّیْبِ وَالْھَرَمِ
وَلَا اَعَدَّتْ مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِیْلِ قِرٰی	۴ہ	ضَیْفٍ اَلَمَّ بِرَاْسِیْ غَیْرَ مُحْتَشِمِ

۱ہ المحض من الشیٔ ہو الصرف الخالص والنصح النصیحۃ وتنکیر صمم التعظیم۔ **ترجمہ**۔ اے ناصح مشفق گو تو نے مجکو خالص وبے غرضانہ نصیحت کی مگر میں تیری نصیحت بسمع قبول یا مطلق نہیں سنتا عمل کا تو کیا ذکر ہے کیونکہ عاشق صادق ملامتگروں کی باتوں سے بالکل بہرا ہوتا ہے اور سنتا ہی نہیں پھر اس پر اثر نصیحت کس طرح ہو۔ ۲ہ اتہمت فلانًا نسبتہ الی التہمۃ وہی شیٔ یورث العار والنصیح الناصح مضاف الی الموصوف ای الشیب الناصح۔ **ترجمہ** میں نے تو پیری کو جو صادق القول ناصح ہے اور بزبان حال قرب موت کی بھی خبر دیتا ہے درباب اپنی ملامت کے قابل تہمت سمجھا ہے اور باوجودیکہ اس نے آپ کو پیغام بر مرگ ظاہر کر کے مجھ کو سخت ڈرایا ہے مگر میں اس کی دھمکی میں نہیں آیا اور یہی کہتا رہا کہ بڑھاپے بے وقت آگیا ہے ابھی مرنے کے دن نہیں ہیں اور یہ خیال کر کے اپنی گمراہی پر ثابت قدم رہا۔ حالانکہ پیری تمام واعظوں سے بمعاملۂ خیر خواہی تہمت سے دور تر ہے خلاصہ یہ کہ جب میں نے ایسی زبردست ناصح کی نصیحت نہیں مانی تو اے ملامت گر تیری کیا حقیقت ہے اب جا اور اپنی راہ لے اور مغز خالی نہ کر۔ چونکہ پیری کو متہم کرنا غیر ظاہر ہے اور فہم سے دور ہے اس لئے اس کی دلیل بیان کرتا ہے۔

۳ہ امارۃ مبالغۃ الامر وہی صفۃ النفس الآمرۃ بما یذمہ العقل والشرع واللوامۃ ہی التی تلوم نفسہا ان ارتکبت السیئات والمطمئنۃ التی تطمئن بذکر اللہ تعالیٰ۔ والاتعاظ قبول الوعظ۔ والنذیر بمعنی الانذار کالنکیر بمعنی الانکار۔ او بمعنی المنذر کالبدیع بمعنی المبدع والہرم تناہی الشیب **ترجمہ** کیونکہ میرے نفس نے جو برائیوں کا بزور جبر حکم کرتا ہے اپنے جہل ونادانی کے سبب میری اور گندہ پیری کی نصیحت کو نہ مانا۔ پیری کہتی تھی ؎

باش بیدار کہ خوابی عجبی درپیش ست۔ اور میرا کافر کیش نفس یہ شعر پڑھتا رہا ؎ وقالوا الی استیقظ فشیبک لائح ؎ فقلت لہم طیب الکری ساعۃ الفجر۔ ۴ہ عطف علی اتعظت۔ وتنوین ضیف للتعظیم ای ضیف کریم عظیم۔ والقری بالکسر کالی مایعد للضیف من الطعام وغیر بالکسر الراء صفۃ ضیف۔ وبفتحہا حال من فاعل الم۔ والمحتشم المعظم۔ **ترجمہ** اور نہ میرے نفس امارہ نے اس مہمان عزیز القدر کیلئے جو میرے سر پر آ اترا اچھے کاموں کی مہمانی تیار کی۔ یعنی جب پیری بطور مہمان کے آئی تھی تو میرے نفس کو لازم تھا کہ اس کی مدارات ومہمانی کیلئے اچھے کام اور اعمال حسنہ کر رکھتا سو اس نالائق سے یہ کبھی نہ ہو سکا۔ اور سر پر اتر آنے کی تخصیص اس واسطے کی کہ بڑھاپے کا اثر یعنی سفیدی سو غالبًا اول سر پر ظاہر ہوتا ہے۔

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

لَوْكُنْتُ اَعْلَمُ اَنِّیْ مَا اُوَقِّرُهٗ	۱ھ	كَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِیْ مِنْهُ بِالْكَتَمِ
مَنْ لِّیْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِّنْ غَوَايَتِهَا	۲ھ	كَمَا تُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْلِ بِاللُّجُمِ
فَلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِیْ كَسْرَ شَهْوَتِهَا	۳ھ	اِنَّ الطَّعَامَ يُقَوِّیْ شَهْوَةَ النَّهِمِ
وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ اِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰى	۴ھ	حُبِّ الرَّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) یا سر پر آنے کے معنی دفعۃً آجانے کے ہیں۔ قال الشاعر ع پیش از اجل رسید قیامت بسر مرا۔ اور پیری کو غیر محتشم حسب زعم نفس کہا ورنہ وہ نہایت عظیم القدر ہے جس کی عزت خداوند تعالیٰ بھی فرماتا ہے۔

(متعلق صفحہ ھٰذا) ۱ھ الکتم بفتح التاء نبت یختضب بہ واراد بالداء بیاض الشعر۔ ترجمہ اگر میں جانتا کہ اس عزیز مہمان کے یعنی پیری کے بذریعۂ اکتساب حسنات واجتناب سیئات تعظیم وتوقیر نہیں کروں گا تو میں اس مرض پوشیدہ کو جو بسبب بڑھاپے کے میرے چہرے پر ظاہر ہوگیا یعنی موئے سفید کو بذریعۂ خضاب تیل وغیرہ کے چھپالیتا تاکہ کسی کو میری عیب گیری کا موقع نہ ملے۔ جب ناظم قدس سرہ مقاومت نفس سرکش سے عاجز ہوگیا اور اس کو کسی طرح راہ پر نہ لاسکا تو ناچار صلحاء اور واعظین وارباب قلوب سے طالب اعانت وامداد ہوکر کہتا ہے ۲ھ قولہ من لی ای من یضمن ویتکفل بی. والجماح کرماح مصدر معناہ الشماس والعتو. والغوایۃ الضلالۃ واللجم جمع لجام۔ ترجمہ اب واسطے دفع سرکشی نفس کے جو اس کی گمراہی سے پیدا ہوئی ہے کون میرا ضامن وکارساز ہوسکتا ہے کہ اس کو گمراہی سے اس طرح روکے جیسے گھوڑے کی سرکشی بذریعہ لگام روکی جاتی ہے جب ناظم کو نفس کی گمراہی سے عاجز ہوکر یہ خیال آیا کہ چلو اس کمبخت کو اپنی خواہشیں پوری کر لینے دو جس وقت اپنی شرارت سے سیر ہوجاوے گا ناچار خود تائب ہوجاوے گا تو گویا اس کو غیب سے ہدایت ہوئی کہ یہ خیال غلط ہے اور اس کا سبب اگلے شعر میں ہے ۳ھ الفاء لجواب شرط محذوف ای اذا اردت رد الجماح فلا ترم ای لا تطلب الخ. والنہم ککتف الحریص علی الطعام۔ ترجمہ اگر تجھکو نفس کی سرکشی کا روکنا منظور ہے تو گناہوں کے اختیار کرنے سے خواہشات نفسانی کے روکنے اور توڑنے کا ارادہ مت کر کیونکہ کھانا خواہش شخص بسیار خوار کو تقویت بخشتا ہے اور اس لئے اس میں مضمون جوع البقر کا زیادہ پیدا ہوتا ہے غرض یہ ہے کہ اگر تجھ کو اپنے نفس کی اصلاح منظور ہے تو اس کو شتر بے مہار کی طرح ارتکاب معاصی کیلئے اس خیال سے مطلق العنان نہ چھوڑ کہ گناہ کرتے کرتے آخر کو اس کا جی بھر جاوے گا اور خود تائب ہوجاوے گا بلکہ اس خیال سے نفس زیادہ تباہ اور برباد ہوجاوے گا جیسا بسیار خوار آدمی کو جو مرض جوع البقر میں مبتلا ہو زیادہ کھلانے سے اور مرض بڑھ جاتا ہے اس کا علاج تو کھانے سے روکنا اور پرہیز کرانا ہے ایسا ہو ذی نفس کا حال ہے ۴ھ ہو دلیل آخر علی قولہ فلا ترم۔ وشب بمعنی بلغ والجملۃ الشرطیۃ مع عدیلہ بیان وجہ الشبہ کان سائلا یسئل ای مشابہۃ بین النفس والطفل۔ ترجمہ اور نفس کا حال مثل شیرخوار بچہ کے ہے اس بات میں کہ اگر بچے کا دودھ نہ چھڑاؤ اور اس کو برابر دودھ پلاتے رہو تو وہ ایسے حال میں جوان ہوگا کہ وہ شیرخوارگی ہی کا عادی رہے گا اور اگر اس کا دودھ چھڑا دو تو وہ چھوڑ دے گا ایسا ہی نفس کا حال ہے کہ اگر اس کو بری باتوں سے روکو تو وہ رک جائے گا اور اگر منع نہ کرو تو ہمیشہ برائیوں کا خوگر رہے گا۔

فَاصْرِفْ هَوَاهَا وَحَاذِرْ اَنْ تُوَلِّيَهٗ	۱ھ	اِنَّ الْهَوٰى مَا تَوَلّٰى يُصْمِ اَوْ يَصِمِ
وَرَاعِهَا وَهِیَ فِی الْاَعْمَالِ سَائِمَةٌ	۲ھ	وَاِنْ هِیَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعٰى فَلَا تُسِمِ
كَمْ حَسَّنَتْ لَذَّةً لِّلْمَرْءِ قَاتِلَةً	۳ھ	مِنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرِ اَنَّ السَّمَّ فِی الدَّسَمِ

۱ھ ضمیر ہواہا للنفس وہواہا مشتہیاتہا وحاذر ای احذر حذرا بلیغا فان زیادۃ اللفظ تدل علی زیادۃ المعنی وتولیت الشیٔ جعلتہ حاکما والضمیر فی تولیہ للہوی. ای احذر من ان تجعل الہوی والیا وحاکما علیک وحذف حرف الجر قیاسا. وفی اختیار لفظ ما علی من اشعار بان من کان تابعا لہواہ فہو ملحق بغیر ذوی العقول بل ہو اضل سبیلا. وما بمعنی الذی والجملۃ بعدہا مع العائد الیہ المحذوف صلتہا وتولاہ صار والیا علیہ واصماہ قتلہ فی مکانہ. ویصم الثانی کیعد من الوصم ای یجعلہ معیوبا ومفعولا کلا الفعلین محذوفان وہما ضمیران لما۔ ترجمہ جب تو نے کیفیت نفس کی معلوم کرلی کہ وہ روکنے سے رک جاتا ہے تو اس کو بیجا خواہش سے روک اور اس امر سے سخت احتراز کر کہ تو خواہش نفسانی کو اپنا حاکم بنالے۔ کیونکہ یہ خواہش جس کی حاکم ہوجاتی ہے اور اس کو اپنے قابو میں کرلیتی ہے تو اس کو توڑ مار ڈالتی ہے یا اس کو بسبب ارتکاب فسق وفجور کے عیب دار اور قابل نفرت کردیتی ہے ۲ھ المراعاۃ المحافظۃ والمراد بالاعمال اعمال الخیر۔ والسائمۃ من السوم وہو الرعی شبہ النفس بالمطی وہو کنایۃ وشبہ اشتغالہا بالاعمال بالرعی وہو تخییل واستحل الشیٔ عدہ وحسبہ حلوا. وتسم من الاسامۃ وہی الارعاء ای چرانیدن یعنی راع النفس والحال انہا شاغلۃ بالاعمال الحسنۃ ملازمۃ لہا ومداومۃ علیہا مخافۃ ان ینشاء منہا ریاء محبط لتلک الاعمال السنیۃ والافعال الحسنۃ فیحبط جمیعہا او یصیر اعمال الحسنۃ سببا العجبۃ المہلک لہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ثلث مہلکات شح مطاع وہوی متبع واعجاب المرء بنفسہ وروی عنہ علیہ السلام یوتیٰ بالعالم والغازی والزاہد فیقال عملوا کذا وکذا فی سبیلک فیقول اللہ سبحانہ وتعالیٰ لا بل لیسمع الناس ویقولوا لہم کذا وکذا فقد قیل —— ترجمہ۔ اور تو نفس کی نگہبانی کر جبکہ وہ اعمال حسنہ میں چرتا ہو یعنی ان ہی میں مشغول ہو اور اگر اس چراگاہ کو شیریں وعمدہ سمجھے تو اس کو وہاں مت چرنے دے خلاصہ یہ ہے کہ اگر تیرے نفس کو عبادات واوراد نافلہ میں ریا وسمعہ وعجب کا خوف ہو اور بسبب داخل ہوائے نفسانی کی شہرت وآوازۂ نیک نامی میں مزا آنے لگے یا نفس کو بسبب زہد واشغال اوراد وعجب کی کیفیت حاصل ہونے لگے تو اوراد وعبادات نافلہ کو چھوڑ دے اور نفس کو تکالیف شاقہ میں مبتلا کر تاکہ اس بلا سے نجات پاوے۔ اور اگر یہ بلائے ریا فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ میں پیش آوے تو ان چھوڑنا نہیں چاہیے بلکہ اسباب ریا کا علاج حسب تجویز محققان صوفیہ صافیہ قدس اللہ اسرارہم کرنا لازم ہے۔ ۳ھ کم خبریۃ ای کم مرۃ وحسنت زینت وفاعلہ النفس او استفہامیۃ کانہ یتجاہل عن مرات التحسین فیسأل عنہا وفی قولہ ان السم فی الدسم لطیفۃ وہی ان لفظہ فی لفظہ کما فی ان السفر قطعۃ من السقر۔ ترجمہ۔ نفس خبیث نے بہت دفعہ مرد عاقل کی نظروں میں اس مزہ کو جو درحقیقت اس کا قاتل ہے نہایت بناؤ وسنوار کی اچھی صورت میں اس طرح دکھایا ہے کہ اس نے یہ نہ جانا کہ زہر تربتر کھانے میں ملا ہوا ہے یہ بطور تمثیل وتصویر حال نفس ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نفس بڑا مکار ہے اور دھوکہ باز۔ اس کے شر سے بچنا چاہیے۔

وَاخْشَ الدَّسَائِسَ مِنْ جُوعٍ وَمِنْ شَبَعٍ	۱ھ	فَرُبَّ مَخْمَصَةٍ شَرٌّ مِنَ التُّخَمِ
وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدِ امْتَلَأَتْ	۲ھ	مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْيَةَ النَّدَمِ
وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَاعْصِهِمَا	۳ھ	وَاِنْ هُمَا مَحَضَاكَ النُّصْحَ فَاتَّهِمِ
وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَلَا حَكَمًا	۴ھ	فَاَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

۱ھ عطف علی راعہا۔ والدسائس جمع دسیسۃ وہی المکیدۃ الخفیۃ دس الشئ اخفاہ۔ ومن فی الموضعین لبیان الدسائس ای الدسائس الناشیۃ من جوع وشبع والتخم جمع التخمۃ وہی امتلاء المعدۃ وفساد الطعام فیہا۔ ترجمہ اور نفس کے ان پوشیدہ مکروں اور فریبوں سے ڈر جو گرسنگی اور سیری شکم سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ بھوکے رہنے سے اپنی بزرگی پر تکبر اور ریا اور ناموری وشہرت کی لذت پیدا ہوتی ہے اور زیادہ کھانا کاہلی وغفلت ادائے عبادت میں پیدا کرتا ہے اور ابتلائے فسق وفجور کا باعث ہوتا ہے سو بہت سی گرسنگی کی اقسام جو ریا اور سمعہ کے سبب ہوں وہ شکم سیری کے اقسام اور اس کے گناہ سے بدتر ہوتی ہیں۔ دیکھو گرسنگی میں ریا وسمعہ کا موقع ہوتا ہے اور اس لئے شخص گرسنہ بالطبع یہ چاہتا ہے کہ میرا بھوکا رہنا اور میری نفس کشی لوگوں پر ظاہر ہو جاوے اور بسیار خوار آدمی اپنے عیب کو چھپاتا ہے پس ظاہر ہو گیا کہ اس بھوکے رہنے سے جو بطور ریا ہے۔ سیری جس میں ریا کا احتمال ہی نہیں ہے بہتر ہے۔ غرض ناظم یہ ہے کہ سیری اور گرسنگی میں متوسط حالت اختیار کرنی چاہئے نہ اتنا زیادہ کھاوے جو کسل اور غفلت لاوے اور نہ اتنا کم کھاوے کہ ادائے عبادت وحقوق عبادت سے محروم رہ جاوے۔ ؎ نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید ؎ نہ چنداں از ضعف جانت بر آید۔ خلاصہ یہ ہے کہ جیسے اشتغال عبادات کے وقت نفس کی نگرانی لازم ہے ایسے ہی بوقت اور امور ضروری مثل گرسنگی اور سیری کے ضرور ہے۔ ۲ھ عطف علی واخش۔ واستفرغ اصبب وعنی امتلاء العین من المحرمات کثرۃ ارتکاب المعاصی بہا والنظر الی امرأۃ اجنبیۃ او مثلہا بلاغرض صحیح قال اللہ تعالیٰ واللہ یعلم خائنۃ الاعین والحمیۃ کنعمۃ الاحتماء۔ واضافۃ الحمیۃ بیانیۃ۔ والمراد من الندم التوبۃ۔ ترجمہ اور اس آنکھ سے جو غیر مشروع وناجائز نظروں سے پُر ہے خوب دل کھولکر اشک بہا تاکہ اس آب مطہر کے ذریعے سے اس کی نجاسات موجودہ سب دھوئی جائیں اور توبہ کی پرہیز کو لازم پکڑلے تاکہ آئندہ وہ ایسا قصور نہ کرے۔ ۳ھ عطف علی استفرغ ومحضاک اخلصاک۔ ترجمہ اور تو نفس وشیطان کی پوری مخالفت کر اور ان دونوں کا حکم نہ مان اور اگر وہ دونوں تجکو سچی نصیحت کریں تو بھی ان کو متہم بکذب سمجھ کیونکہ ان دونوں کی سرشت میں تیری عداوت رکھی ہوئی ہے۔ ۴ھ قولہ منہما ای من جنسہما سواء کان من شیاطین الجن والانس او الفسقۃ والظلمۃ والمبتدعۃ والخصم العدو والمنازع والحکم من یحکم بین المتنازعین۔ ترجمہ اور نفس وشیطان کے جنس سے کسی کی اطاعت نہ کر خواہ وہ تیرا طرف مقابل ہو یا دونوں میں ثالث کیونکہ تو فریب اور جال دشمن اور ثالث کو خوب جانتا ہے۔ ان کے دم میں ہرگز مت آنا۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنْ قَوْلٍ بِلَا عَمَلٍ	۱ھ	لَقَدْ نَسَبْتُ بِہٖ نَسْلًا لِذِیْ عُقُمِ
اَمَرْتُكَ الْخَيْرَ مَا ائْتَمَرْتُ بِہٖ	۲ھ	وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِيْ لَكَ اسْتَقِمِ
وَلَا تَزَوَّدْتُ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً	۳ھ	وَلَمْ اُصَلِّ سِوٰى فَرْضٍ وَلَمْ اَصُمِ

۱ھ ہو التفات وانتقال من الخطاب الی التکلم۔ والغفر الستر۔ والاستغفار طلب الستر وقولہ بلا عمل صفۃ قول ای قول مقارن بترک العمل۔ واللام فی لقد تاکید للقسم المحذوف ای واللہ والنسل الولد۔ والعقم کفرس وعتق نازائیدگی۔ ترجمہ جبکہ ناظم نے مضامین نصیحت اشعار سابقہ میں لکھے تو اب بلحاظ کسر نفسی کہتا ہے کہ میں خداوند تعالیٰ شانہ سے طلب آمرزش کرتا ہوں اس تقصیر پر کہ میں نے اوروں کو نصیحت کی باوجودیکہ میں ان نصائح پر عامل نہیں ہوں اور میری گفتار میری کردار کے موافق نہیں اور مجھ کو خوف ہے کہ میں کہیں مصداق آیۃ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کا نہ بنجاؤں کیونکہ میں اس قول بلا عمل کے سبب اس شخص کے مانند ہو گیا ہوں جو کسی فرزند کو بانجھ کی طرف نسبت کرے اس لئے کہ میں اپنے نفس کی طرف اس چیز کو نسبت کرتا ہوں جو اس میں نہیں ہے۔ ۲ھ الخیر منصوب بنزع الخافض ای بالخیر وہو مالہ عاقبۃ محمودۃ۔ والائتمار الامتثال۔ والاستفہام فی ما قولی للتوبیخ والتعجب۔ ترجمہ میں نے تجکو نیکی کا حکم کیا مگر میں نے خود اس نکوئی پر عمل نہیں کیا اور میں سیدھی راہ نہ چلا پس اس صورت میں تجکو میرا یہ کہنا کہ سیدھی راہ چل کیا حقیقت رکھتا ہے اور کیا اثر کرتا ہے۔

۳ھ عطف علی استقمت او جملۃ معترضۃ اوردت للتاسف والتحسر علی ما فات من امور الخیر۔ ترجمہ اور نہ جمع کیا میں نے مرنے سے پہلے ادنیٰ توشہ حسنات نافلہ کا جو فرض اور واجب اور سنن موکدہ سے علاوہ ہو کہ یہ نوافل تدارک اس نقصان کا کرتے ہیں جو تینوں اقسام کی عبادت میں واقع ہوتا ہے اور موجب مزید قرب الی اللہ کے ہوتے ہیں۔ اور سوائے صلوات وصیام مفروضہ کے نہ میں نے نماز پڑھی اور نہ روزے رکھے۔ اب سوائے حسرت وافسوس کے کچھ نہیں بن آتا۔ جبکہ اپنی تقصیرات کا اعتراف کر چکا ہے تو اب نعت شریف کی طرف جو مقصود دلی ہے۔ بلحاظ عفو قصور متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔

الفصل الثالث فی مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ اَحْيَى الظَّلَامَ اِلٰى	لے	اَنِ اشْتَكَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَرَمِ
وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَاءَهُ وَطَوٰى	٢ے	تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مُتْرَفَ الْاَدَمِ
وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ	٣ے	عَنْ نَفْسِهٖ فَاَرَاهَا اَيَّمَا شَمَمِ

لے الظلم وضع الشئی فی غیر محلہ واراد بظلمت ترکت لان وضع الترک موضع الفعل لیس فی محلہ والظلام ظلمۃ اول اللیل او مطلقا. والمراد ہہنا اللیلۃ المظلمۃ — ترجمہ میں نے ظلم کیا عمدہ طریقہ اس ذات پاک پر یا میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا بسبب چھوڑ دینے افعال مسنونہ اس نفس مقدس کے جس نے شبہائے تاریک کو زندہ رکھا بسبب مشغولی عبادات مالک کائنات کے یعنی ان میں خواب استراحت نہ فرمائی یہانتک کہ آپ کے دونوں قدم مبارک مرض ورم میں مبتلا ہو گئے۔ یقال اشتکی فلان ای مرض۔ اور یہ اشارہ ہے ان احادیث کی طرف جو حضرت عائشہ صدیقہؓ و مغیرہ بن شعبہؓ نے روایت کی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر نماز پڑھتے تھے کہ آپ کے پاؤں پر ورم ہو گیا آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ اس قدر تکلیف شاقہ کیوں اٹھاتے ہیں حالانکہ خداوند جل شانہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف فرما دیئے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس نعمت کا شکریہ ادا کروں اور بندہ شکر گذار نہ بنوں صلی اللہ علیہ وسلم

٢ے شدہ اوثقہ۔ والسغب الجوع۔ والحشاء ما احاط بہ الجوف جمعہ احشاء وطواہ طیًّا لفہٗ لفًّا۔ والکشح الجنب والمترف الناعم. والادیم ظاہر الجلد جمعہ اَدَم۔ ترجمہ اور میں نے ظلم کیا سنت اس ذات اقدس یعنی حضرت سید کائنات علیہ آلاف صلوات وتسلیمات پر جنھوں نے بباعث گرسنگی کے اپنے سارے شکم مبارک کو کسا اور اپنے نرم ولطیف پہلوئے مطہر کو پتھر کے تلے لپیٹا تاکہ اس کے ثقل اور سہارے سے گونہ تقویت حاصل ہو اور ضعف مانع قیام نماز ودیگر طاعات نہ ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہم نے اپنے اپنے شکم آپ کو دکھلائے کہ ہر ایک پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا اس پر آپ نے اپنا شکم کھول کر دکھایا کہ اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے صلی اللہ علیہ وسلم مگر معلوم رہے کہ یہ فقر وفاقہ اختیاری تھا نہ اضطراری چنانچہ اگلے شعر میں آتا ہے۔ ٣ے المراودۃ المجئ والذہاب والمراد منہ الطلب بالجد۔ والمفاعلۃ ہہنا للمبالغۃ. والشم جمع اشم وہو الارفع من ذہب حال او صفۃ ای کائنۃ او الکائنۃ وما فی ایما صلۃ زیدت للتاکید وای صفۃ لموصوف محذوف وہذا المفعول الثانی لاراہا ای شمما ای شمم ای مرتفعا ای مرتفع لایکتنہ کنہہ کما یقال مررت برجل ای رجل کامل فی الرجولیۃ. والاستفہام یفید التعجب واسناد المراودۃ الی الجبال مجاز ای اراودہ جبریل علیہ السلام فی قبول الجبال۔ ترجمہ۔ اور میں نے ظلم کیا طریقے ایسے عالیجناب پر جو دنیا ومافیہا سے اعراض فرماتے تھے اور فقر کو تونگری سے پسند کرتے تھے۔ (باقی بر صفحۂ آئندہ)

وَاَكَّدَتْ زُهْدَهٗ فِيْهَا ضَرُوْرَتُهٗ	لے	اِنَّ الضَّرُوْرَةَ لَا تَعْدُوْ عَلَى الْعِصَمِ

(بقیۂ صفحۂ گذشتہ) یہاں تک کہ آپ سے کوہ ہائے بلند زر نے بار بار بمنت درخواست کی کہ ہم کو قبول فرمایئے اور اپنی ذات شریف پر صرف فرمایئے اس پر آپ نے ایسی ہمت بلند ان پہاڑوں کو دکھلائی جو ادراک عقل سے باہر ہے اور ہرگز اس کو قبول نہ فرمایا اور کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز کھانا کھاؤں اور شکر پروردگار کا بجا لاؤں. اور ایک روز بھوکا رہوں اور تضرع وزاری ایزد سبحانہ میں مصروف رہوں۔ اس شعر میں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو جامع ترمذی میں ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پروردگار نے مکہ کے پہاڑوں کو سونے اور چاندی کا کر کے میرے روبرو ظاہر فرمایا میں نے عرض کیا کہ بار خدایا مجکو ان کی حاجت نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ ایک روز شکم سیر کھاؤں اور شکر کروں اور ایک روز بھوکا رہوں اور تضرع وزاری جناب باری میں مشغول رہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ جواب حضرت جبریل نے سنکر حضرت کے حق میں فرمایا قد ثبتک اللہ یا محمد بالقول الثابت۔

(متعلقۂ صفحۂ ہٰذا) لے التاکید التقریر والتثبیت۔ الزہد عدم الرغبۃ یقال زہد فی شئ اذا رغب عنہ ای اذا اعرض. قال اللہ تعالیٰ وکانوا فیہ من الزاہدین۔ وزہدہ مفعول لاکدت والفاعل ضرورتہ. وقدم المفعول علیہ لمزید الاہتمام وضرورتہ ای حاجتہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الدنیا الاقتضاء البشریۃ یعنی ان حاجتہ الی الدنیا باعثۃ ولواعیۃ الی الاعراض عنہا. والعصم کہم جمع عصمۃ وہی لطف من اللہ تعالیٰ یحمل العبد علی فعل الخیر ویزجرہ عن الشر مع بقاء الاختیار۔ ترجمہ آپ کی ضرورت دنیویہ نے جو بمقتضائے بشریت پیش آتی ہیں آپ کے زہد اور بے رغبتی دنیا کو بہت مضبوط اور مستحکم کر دیا یعنی آپ کی دنیا سے بے رغبتی غالب رہی اور ضرورات دنیویہ مغلوب یعنی حوائج بشری جو انسان کو دنیا میں مبتلا کرتی ہیں بجائے توجہ الی الدنیا کے باعث قوی آپ کے زہد کے ہو گئیں۔ ؎ عدو شود سبب خیر گر خواہد آمد —

اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ ضرورات باعث بے رغبتی کیونکر ہو گئیں تو اس کا جواب اول بوجہ عام دیتا ہے کہ قاعدہ ہے کہ ضرورت بشری عصمتہائے الٰہیہ پر غالب نہیں آسکتی بلکہ ہمیشہ مغلوب رہتی ہے۔ پس جناب خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر جو اعلیٰ فرد معصومین ہیں حوائج دنیوی کس طرح غالب آسکتی ہیں — بلکہ یہاں حوائج بشری خود باعث زہد واعراض دنیا ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ پر حال دناءت وخست وبے ثباتی دنیا بخوبی واضح تھا اور حسب ناظم وجہ عام کے بیان سے فارغ ہوا تو اگلے شعر میں وجہ خاص جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے بیان کرتا ہے۔

وَكَيْفَ تَدْعُوالى الدنيا ضَرُوْرَةُ مَنْ	۱ھ	لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ
مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ	۲ھ	وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ
نَبِيُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِيْ فَلَا اَحَدٌ	۳ھ	اَبَرَّ فِيْ قَوْلِ "لَا" مِنْهُ وَلَا "نَعَمٍ"

۱ھ الاستفہام للانکار او للاستبعاد۔ والدنیا من الدناءۃ ای الخستۃ وکیف لاتکون خسیستہ وقد ورد فی الخبر ان اللہ لم ینظر الیہا منذ خلقہا۔ او من الدنو ای القرب لانہا قریبۃ الینا بالنسبۃ الی الآخرۃ او قریبۃ الی الزوال لانہا ظل زائل او الی الطبائع والنفوس بالحب لکونہا حلوۃ خضرۃ وضرورۃ فاعل تدعو۔ وقولہ لولاہ اقتباس من حدیث لولاک لما خلقت الافلاک۔ ولولاک لما اظہرت الربوبیۃ۔ ترجمہ اور کس طرح بلا سکتی ہے دنیا کی طرف اس شخص مقدس کی ضرورت کہ اگر وہ نہ ہوتا تو دنیا خود عدم سے وجود کی طرف نہ آتی اور موجود نہ ہوتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ خود دنیا کا وجود ان کے طفیل سے ہے پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ دنیا کی ضرورتیں اُن کو مجبور کریں۔ یعنی دنیا ان کی محتاج ہے اور وہ محتاج الیہ۔ پس دنیا اگر حضرت کی محتاج الیہا ہو جاوے تو وہی صورت دور کی لازم آجائے۔ ۲ھ یجوز فی محمد الاعراب الثلث۔ الرفع بانہ خبر مبتدأ محذوف ای ہو والنصب بتقدیر اعنی او امدح والجر بانہ بدل من من الموصولۃ۔ والجملۃ استینافیۃ کان سائلاً یسئل من الموصوف بہذہ الصفات الکائنۃ فاجاب بقولہ ہو محمد حمدہ اللہ تعالیٰ بقولہ انک لعلیٰ خلق عظیم۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین وغیرہ من الآیات سید اہل الکونین ای الدنیا والآخرۃ۔ والثقلین یعنی الانس والجن وہو تخصیص بعد التعمیم لشرفہما ولہ اختصاص بہما لانہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث الیہما وہو من الثقل بفتحتین وہو النفیس والنفس ما علی وجہ الارض ہو الانس والجن بادراک الکلیات والجزئیات واکتساب الکمالات وظہور الکرامات منہما او من الثقل بفتح الثاء وکسر با سمیا بہما لانہم یحملون اجمالاً ثقیلۃ التی ہی التکالیف الشرعیۃ والمراد بالعجم غیر العرب کائناً من کان والعرب والعجم بفتحتین بضم الاول وسکون الثانی وہہنا جاء الاول علی الثانی والثانی علی الاول۔ ترجمہ یہ محمود بصفات حمیدہ اسم با مسمیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سردار دنیا و آخرت و جن و انس کے اور ہر دو فریق عرب و عجم کے ہیں یعنی وہ مذکورات سابقہ میں ہر ایک کی طرف مبعوث ہیں اور یہ سب ان کی امت ہیں ۳ھ نبیّ فعیل من النبوۃ وہی الرفعۃ۔ او من النباء وہو الخبر۔ والنبی بشر یوحی الیہ سواء انزل علیہ الکتاب ام لا بخلاف الرسول فانہ لابد لہ من الکتاب۔ وقولہ فلا جواب شرط محذوف ای اذا کان صلے اللہ علیہ وسلم الآمر الناہی المختصین بہ فلا احد۔ وابر خبر لا المشبہۃ بلیس بمعنی اصدق والمراد بقول لا بیان المحرمات والمکروہات وبقول نعم بیان الفرائض والواجبات والمندوبات والمباحات۔ ترجمہ یہ سید الکونین ہمارے نبی ہیں جو ہم کو امور ممنوعہ عند اللہ سے منع فرماتے ہیں اور امور مستحسنہ مثل فرائض وواجبات کی بجا آوری کا حکم فرماتے ہیں ایسی طرح کہ ان کی مامورات اور منہیات قابل نسخ نہیں ہیں کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں اور ان کا دین کمال کو پہنچ گیا اور جب ایسا حال ہے تو آپ سے زیادہ راست بیان امور منہیہ و امور مامور بہا میں کوئی نہیں ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ	۱ھ	لِكُلِّ هَوْلٍ مِنَ الْاِهْوَالِ مُقْتَحِمٍ
دَعَا اِلَى اللّٰهِ فَالْمُسْتَمْسِكُوْنَ بِهٖ	۲ھ	مُسْتَمْسِكُوْنَ بِحَبْلٍ غَيْرِ مُنْفَصِمٍ
فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَفِيْ خُلُقٍ	۳ھ	وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَلَا كَرَمٍ

۱ھ الحبیب فعیل بمعنی مفعول۔ والشفاعۃ طلب الخیر للغیر۔ واقتحم فی الامر دخل فیہ بعنف وشدۃ ومن متعلقۃ بکائن صفۃ ہول۔ ومقتحم صفۃ ثانیۃ لہ ای مدخول فیہ الناس بعنف وشدۃ۔ فعلی ہذا مقتحم صیغۃ مفعول ویجوز ان یکون علی صیغۃ الفاعل وہو الروایۃ المشہورۃ ای ہول یدخل الناس عنفاً فی الشدائد وقولہ والحبیب من قصر الصفۃ علی الموصوف وہی اشارۃ الی الشفاعۃ الکبریٰ۔ ترجمہ وہی ہے ایسا محبوب خداوند تعالیٰ شانہ کا کہ اس کی شفاعت کبریٰ کی امید کیجاتی ہے ہر ہول کیلئے ہولہائے روز قیامت سے جس میں آدمی بزور داخل کئے جاویں گے یا ایسے ہول کیواسطے جوان کو بزور مصائب میں ڈالنے والی ہے۔ ۲ھ والاستمساک التمسک۔ والفصم القطع بغیر الفصل و بالقاف القطع بالفصل والمراد بحبل من القرآن ومعناہ انہ یبقی معمولاً الی یوم النشور۔ والمراد بہ الاسلام۔ ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا سو جس نے ان کے طریق کو مضبوط پکڑ لیا تو اس نے ایسی مضبوط رسّی کو پکڑ لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی۔ یعنی ان کا دین الی یوم القیام باقی رہے گا اور نسخ اور تبدیل سے محفوظ۔ کیونکہ آپ خاتم المرسلین ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۳ھ فاقہ وفاق علیہ ای زاد علیہ من الفوق۔ والمراد بالخلق حسن الصورۃ وتناسب الاعضاء۔ وبالخلق حسن السیرۃ من العلم والعمل والحلم والجود والشفقۃ۔ ویمکن ان یراد بالاول الکمالات الظاہرۃ المحسوسۃ وبالثانی الکمالات الباطنۃ الغیر المحسوسۃ اما تفوقہ خلقاً فلقولہ علیہ السلام انا الخ۔ ولخطاب لولاک ولحدیث کنت نبیاً وآدم بین الماء والطین۔ واما خلقاً فلقولہ تعالیٰ انک لعلیٰ خلق عظیم ولقولہ علیہ السلام بعثت لاتمم مکارم الاخلاق واختصاص العلم والکرم لشرفہما۔ فالاول الکمال الباطنی والثانی الکمال الظاہری۔ ترجمہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن صورت و سیرت میں سب انبیا علیہم السلام سے بڑھ کر ہیں۔ اور وہ سب حضرات ع آپ سے علم و کرم میں یعنی جمیع صفات ظاہریہ و باطنیہ میں لگا نہیں کھاتے۔

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ	۱ہ	غُرْفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ
وَوَاقِفُوْنَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمِ	۲ہ	مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ
فَهُوَ الَّذِيْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ	۳ہ	ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

۱ہ وضع المظہر موضع المضمر تفخیما للشان۔ والتقدیم للتخصیص ای منہ لا من غیرہ من الرسل ومن الاولیٰ متعلقۃ بقولہ ملتمس۔ غرفا ای کفا من الماء۔ والرشف المص۔ والدیم جمع دیمۃ وہو المطر الکثیر الدر المتصل وقولہ غرفا اور شفا اما مفعول بہ للملتمس او حالان بمعنی اسم الفاعل ای غارفین او راشفین۔

ترجمہ اور تمام انبیا علیہم السلام حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے طالب ایک کف دست یعنی چلو کے ہیں۔ آپ کے دریائے معرفت سے یا بقدر ایک دفعہ کے چوسنے یعنی قطرہ کے آپ کے علم کے باراںہائے بسیار بار ہمیشہ برسنے والی سے یعنی جملہ انبیا آپ کے فیض کے طالب اور اس سے مستفید ہیں اور باہیں ہمہ جو ان کو ہر ایک کے حوصلہ کے موافق عطا ہوتا ہے۔ یکے از ہزار واند کے از بسیار ہے۔ ۲ہ عطف علی الملتمس فہو خبر لکل۔ وانہ جمعہ حملا علی المعنی۔ وحد الشئی نہایتہ وطرفہ والنقطۃ مالا یقبل القسمۃ اصلاً ای لا فرضا ولا عقلاً ولا وہما۔ والشکلۃ بالفتح من شکلت الکتاب ای قیدتہ بالاعراب۔ ومن فی الموضعین بیان للحد او حال منہ ای کائنا۔

ترجمہ اور تمام انبیا علیہم السلام آپ کے حضور میں اپنے حد اور مرتبہ کے موافق کھڑے ہیں اور وہ ان کی حد آپ کی کتاب علم سے مثل نقطہ کے ہے یا آپ کی حکمتوں کی کتاب سے مثل اعراب کے۔ حاصل یہ ہے کہ جو علم اور حکمتیں ان کو عطا ہوئی ہے وہ اتنی وسیع اور کثیر ہیں کہ علم وحکم انبیاء کو ان سے وہی نسبت ہے جو نقطہ اور اعراب کو کتاب سے نسبت ہوتی ہے یعنی نہایت قلیل۔ اور چونکہ حضرات انبیاء کے درجات مختلف ہیں بعض آپ کے علم اور حکم سے مثل نقطہ کے جو قابل اقسام نہیں ہوتا اور بعض مثل اعراب کے جو نقطہ سے بڑا ہوتا ہے اور اس لئے قابل اقسام ہوتا ہے نسبت رکھتے ہیں۔ الغرض آپ کے علم وحکم سب سے فائق ہیں۔ ۳ہ الفاء للتفریع ای لما کان صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق فی الصورۃ والسیرۃ۔ فہو الذی الخ ومعنی تم کمل یعنی کمل کمالاتہ المعنویۃ والظاہریۃ وثم لتفاوت بین المضمونین۔ والآخر منہما افضل واعلیٰ من الاول واصطفاہ اختارہ۔ حبیبا مفعول ثان یتضمن معنی الجعل ای اختارہ جاعلا لہ حبیبا۔ ماخوذ من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الا وانا حبیب اللہ ولا فخر۔ والباری من برء بمعنی خلق فہو مہموز او من البری فناقص منہ البریۃ اے المخلوق۔ والنسم جمع نسمۃ وہی النفس او الانسان او ذو روح ماخوذ من النسیم۔ **ترجمہ** جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلق اور خلق میں سب سے افضل اور تمام کمالات کے جامع ہیں۔ تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ فضائل باطنی وظاہری میں کمال کے درجے کو پہنچے ہوئے ہیں پھر اس کے ساتھ یہ اعلیٰ درجہ کی آپ میں خوبی ہے کہ خداوند تعالیٰ شانہ نے جو خالق تمام مخلوقات ہے آپ کو اپنا حبیب بنا لیا۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ	۱ہ	فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ
دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِيْ نَبِيِّهِمِ	۲ہ	وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمِ

بقیہ صفحہ گذشتہ اور افضل المرسلین وخاتم النبیین کر دیا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ ؎ خود حسن وجمال بے نہایت داری ٭ ہم جود وکرم بحد غایت داری۔ شد حسن ترا مسلم وہم احساں ٭ محبوب توئی کہ ہر دو آیت داری۔ وصلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

متعلقہ صفحہ ہذا ۱ہ خبر مبتدا محذوف ای ہو منزہ۔ ومحاسن جمع حسن علی خلاف القیاس۔ وفیہ صفۃ الحسن ای الکائن فیہ او خبر ای ثابت فیہ۔ وغیر خبر بعد خبر۔ والجوہر الحقیقۃ۔ **ترجمہ** جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس عیب سے پاک ہیں کہ ان کی خوبیوں میں اور کوئی بالذات ان کا شریک ہو۔ بلکہ تمام خوبیوں کے آپ مستقل مالک ہیں اور دوں میں جو خوبیاں ہیں آپ کی خوبیوں کا ظل ہے۔ کیونکہ وہ آپ ہی سے مستفاد ہیں۔ یہ اشارہ ہے اس حدیث شریف کی طرف جو جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اول مخلوق کون ہے آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اول تیرے نبی کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور کو پھیلایا اور اس سے لوح وقلم وعرش وکرسی وملک وملکوت وعالم وآدم پیدا کیا اور لفظ جوہر میں لطیف اشارہ ہے اس طرف کہ حقیقت حسن عدم انقسام میں مثل جوہر فرد کے ہے غیر قابل القسمۃ اس لئے کہتا ہے کہ حقیقت حسن جو آپ میں ہے اس کے حصص اور اجزا نہیں کئے گئے بلکہ وہ تمام وکمال اولاً و بالذات آپ ہی کی ذات شریف میں منحصر ہے اور اوروں پر اس کا سایہ محض وپرتو ہے ؎ آنچہ اسباب جمال ست رخ خوب ترا ٭ ہمہ بر وجہ کمال ست کما لا یخفیٰ۔ پس یہ شعر ہر دو اشعار ذیل سے مدح واقعی میں بہت بڑھا ہوا ہے ؎ لب لعل وخط سبز ورخ زیبا داری ٭ حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری۔ شیوۂ وشکل وشمائل حرکات وسکنات ٭ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔

۲ہ دع ای اترک۔ والخطاب لکل من یصلح ان یکون مخاطبا من المومنین بہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ونصاریٰ جمع نصران کسکاریٰ جمع سکران وہو قریۃ بالشام ینسب الیہا النصاریٰ۔ وما الثانیۃ موصولۃ والعائد محذوف ای ماشئتہ۔ ومدحا ای حال کونک مادحا۔ والمجرور عائد الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ واحتکم تاکید للاول للمبالغۃ فیہ او امر من احتکم القوم ای ذہبوا عند الحاکم لیحکم فیہم۔ **ترجمہ** اس دعوے کو جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کیا ہے کہ (ان میں لاہوت وناسوت جمع ہوئے ہیں۔ پس وہ وہ انسان بھی ہیں اور خدا بھی یا خدا نے ان میں حلول فرمایا ہے۔ یا وہ منجملہ تین خدا کے ایک ہیں۔ علیٰ اختلاف اقوالہم) ای مخاطب عاقل چھوڑ دے اور ایسا دعویٰ اپنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مت کر بلکہ ان کو افضل العباد سمجھ اور اس کے سوا آپ کی مدح شریف میں جس وصف کمال کا تیرا دل چاہے جازم اور قطعی دعویٰ کر اور اس پر خوب مستحکم اور استوار رہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

وانسُبْ اِلیٰ ذاتِہٖ ماشِئتَ مِنْ شَرَفٍ	۱ہ	وَانسُبْ اِلیٰ قَدْرِہٖ ماشِئتَ مِنْ عِظَمٖ
فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللہِ لَیْسَ لَہٗ	۲ہ	حَدٌّ فَیُعْرِبَ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٖ
لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَہٗ اٰیَاتُہٗ عِظَمًا	۳ہ	اَحْیٰی اسْمُہٗ حِیْنَ یُدْعیٰ دَارِسَ الرِّمَمٖ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ولقد احسن من قال مخاطباً لہ صلی اللہ علیہ وسلم ؎
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ ولقد ضمنہ لبعد الاعاظم احسن تضمین حیث قال ؎ یا صاحب الجمال ویا سید البشر؛ من وجہک المنیر لقد نور القمر۔ لایمکن الثناء کما کان حقہ؛ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ (متعلق صفحہ ھٰذا) ۱ہ عطف علیٰ واحکم۔ والشرف کمال یتعلق بالذات والحقیقۃ۔ والعظمۃ کمال یتعلق بالمرتبۃ۔ والقدر المقدار۔ وما فی المصراعین موصولۃ والجملۃ بعدہا صلتہا مع حذف العائد ای ماشئتہ والتنوین فی شرف وعظم للتفخیم۔ ترجمہ جبکہ تو نے جان لیا کہ باعث خلق عالم آپ کی مقدس ذات ہے اور جو کمالات انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوئے ہیں آپ ہی کی ذات کے آفتاب فیوض کا پرتو اور آپ ہی کے دریائے کرم وجود کا قطرہ ہے اور تجکو اجمالاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال ظاہری اور کمالات باطنی پر آگاہی ہوگئی تو اب آپ کی ذات بابرکات کی طرف جو خوبیاں باستثنائے مرتبۂ الوہیت تو چاہے منسوب کر وہ سب قابل تسلیم ہوں گی اور آپ کی قدر عظیم کی طرف جو بڑائیاں تو چاہے نسبت کر وہ سب صحیح ہوں گی۔ ۲ہ الفاء الاولیٰ لتعلیل ما بینہ من فضائلہ بما الموصولۃ۔ وفضل علیہ فاق علیہ۔ ولہ خبر لیس وحد اسمہا قدم للتخصیص والفاء الثانیہ فی جواب النفی والفعل منصوب بان مقدرۃ بعد الفاء والاعراب الاظہار والبیان والمجرور للحد وقید الفم علیٰ طریقۃ قولہ تعالیٰ وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ۔ ترجمہ اور یہ میرا دعویٰ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف وقدر منیف کی طرف جو خوبیاں اور بڑائیاں تو چاہے منسوب کر اس کی وجہ یہ ہے کہ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل کی کچھ حد ونہایت نہیں ہے کہ کوئی گویا ان کو بذریعہ اپنی زبان کے ظاہر وبیان کر سکے۔ ۳ہ قدرہ مفعول ناسبت وعظما تمیز من النسبۃ ای من حیث العظمۃ والشرف والمراد بالآیات خوارقہ العجیبۃ الصادرۃ منہ امارات الغایۃ الہیۃ المختصۃ بہ فالقرآن خارج منہا اومعجزاتہ خص القرآن منہا بالعقل۔ والدارس البالیۃ والرمم جمع رمۃ وہی البالیۃ من العظم کقطع وقطعۃ ودارس الرمم من اضافۃ الصفۃ الی الموصوف۔ ترجمہ۔ اگر آپ کے معجزات عزت وشرف میں آپ کی مرتبہ کے موافق ہوتے تو جب اور جس وقت آپ کا اسم شریف لیا جاتا تو وہ استخوانہائے بوسیدہ کو زندہ کر دیتا اور بعض شراح نے آیات سے اسمائے شریف مراد لئے ہیں اور معنی شعر یہ لئے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت اسمائے شریف سے مشابہت کامل رکھتی تو جیسے مسمّٰی یعنی ذات بابرکات سے احیائے اموات مکرر ظہور میں آیا ہے۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

لَمْ یَمْتَحِنَّا بِمَا تَعْیَی الْعُقُوْلُ بِہٖ		حِرْصًا عَلَیْنَا فَلَمْ نَرْتَبْ وَلَمْ نَہِمٖ
اَعْیَی الْوَرٰی فَہْمُ مَعْنَاہُ فَلَیْسَ یُرٰی		لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ فِیْہِ غَیْرَ مُنْفَحِمٖ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ایسا ہی اسم مبارک سے جس وقت مذکور ہوتا یہ معجزہ ظہور میں آتا فقط بندہ مترجم عرض کرتا ہے کہ احیائے اموات سے بمراتب بڑھ کر جناب سرور کائنات علیہ الف الف تحیات وتسلیمات سے معجزے بکرات ومرات ظہور میں آئے ہیں یعنی کلام کرنا حجر وشجر کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مُردہ میں تو زندہ ہونے کی لیاقت بلحاظ ایام حیات موجود تھی وہ اگر زندہ ہوجاوے تو چنداں جائے تعجب نہیں مگر حجر وشجر کا بولنا اور بلانا اعلیٰ درجہ کا معجزہ ہے جن کو حیات ظاہرہ سے کبھی مناسبت ہی نہیں ہوئی۔ ولذا تلب فی بعض القصائد المدحیۃ ؎ ان کان عاذر احیاہ المسیح فقد ؛ تکلمت منہ عجماء وعجمات۔
(متعلق صفحہ ھٰذا) ۱ہ عی بالامر اذا الہم تہتد لوجہہ وعجز وضمیر بہ للموصول والارتیاب التشکیک والتردد ولہم نہم من ہام اذا تحیر اومن وہم بالفتح اذا ذہب وہمہ فی شیٔ ترجمہ آپ نے ہم کو ایسی چیزوں سے نہ آزمایا جن کے دریافت کرنے میں ہماری عقول عاجز اور درماندہ ہوجاویں کیونکہ آپ کو ہماری اصلاح مرغوب تھی اس لئے ہم کسی حکم کے قبول کرنے میں شک میں نہ پڑے اور سلوک طریق شریعت میں حیران وسرگرداں یا مبتلائے وہم نہ ہوئے یعنی آپ کا دین اسلام بمقتضائے اتیبکم بالحنفیۃ السہلۃ البیضاء سہل وآسان وصاف وواضح ہے کوئی پیچیدگی نہیں ہے مثلاً مانند دین نصاریٰ کی تثری ایک کی اسلام میں کوئی امر دور از فہم نہیں ہے۔
۲ہ اعیی اعجز۔ الوریٰ الخلق مفعول قدم علیٰ فاعلہ وہو فہم للاہتمام۔ ومعناہ ای کمالاتہ المشار الیہ لقولہ انک لعلیٰ خلق عظیم من صدق الحدیث والوفاء بالعہد واداء الامانۃ وحفظ الجوار ورحمۃ الیتیم ولین الکلام وحسن العمل وقصر الامل وکمال العلم والعقل والعفو والجود والشجاعۃ والحیاء وحسن المعاشرۃ مع الخلق والعدل والعفۃ والمروۃ والزہد عن الدنیا واہتمام الآخرۃ والقناعۃ وغیر ذلک من الاخلاق الحمیدۃ مما لا یدخل تحت العدد والاحصاء ویری ان یعلم او یبصر برویۃ البصر۔ والقرب والبعد ویجوز ان یکون بحسب المکان والزمان او المرتبۃ ویجوز الرفع فی غیر علیٰ انہ مفعول اقیم مقام الفاعل لیری والنصب علیٰ انہ مفعول ثان لہ۔ وغیر منفحم ای ساکت عن ادراک حقیقۃ عاجز عن بیان بجملۃ فضلا عن تفصیلہ۔ ترجمہ آپ کی کمالات ظاہری وباطنی کی دریافت نے تمام خلق کو عاجز کر دیا پس نہیں دیکھا جاتا ہے ان لوگوں میں جو آپ سے قریب ہیں یعنی صحابۂ کرام وتابعین وتبع تابعین عظام مشہود لہم بالخیر میں یا نزدیک ودور یا اشخاص قریب المنزلۃ یعنی عوام میں درباب دریافت کمالات حضرت کے مگر عاجز وساکت یعنی آپ کے کمالات کی حد اور پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں۔

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ	۱ه	صَغِيْرَةً وَّتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ أَمَمِ
وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيْقَتَهُ	۲ه	قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ
فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيْهِ أَنَّهُ بَشَرٌ	۳ه	وَأَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللّٰهِ كُلِّهِمِ

۱ه صغة مصدر ائمی ای ائمی اعیاء مثل اعیاء الشمس۔ او خبر مبتدا المحذوف ای ہو کالشمس والجملۃ بعدہا حال والعامل فیہ معنی الکاف ای اشبہہ بالشمس حال کونہا بہذہ الصفۃ وبعد کعنق بمعنی بعد وتکل ای تقطع فی الکلال والعی والامم القرب۔ **ترجمہ**:۔ آپ کا حال عدم ادراک کیفیت کمالات ظاہریہ و باطنیہ میں مثل آفتاب کے ہے کہ وہ دور سے چھوٹا بقدر قوس یا آئینہ معلوم ہوتا ہے اور ناظر بسبب نہایت بُعد کے اس کے واقعی مقدار نہیں معلوم کر سکتا ہے اور اگر اس کو پاس سے دیکھو تو بوجہ غایت نورانیت کے چشم بینندہ عاجز و درماندہ وخیرہ ہو جاتی ہے اور اسکی پوری حقیقت دریافت نہیں کر سکتی۔ ایسا ہی حال حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ ظاہر بیں اشخاص آپ کو ایک جسم مقدد دیکھتے ہیں اور آپ کی حقیقت واقعیہ بسبب غایۃ بعد وپستی اپنے مرتبہ کے معلوم نہیں کر سکتے اور صاحبان کشف وشہود کی آنکھیں بسبب قرب وغایۃ درخشانی انوار سید ابرار خیرہ ہو جاتی ہیں (الغرض نزدیک ودور سے دیکھنے والے دریافت حقیقت حضرت نہیں کر سکتے اور عدم دریافت میں دونوں برابر ہیں۔ ولقد صدق فیما قال

۲ه استفہام انکاری ای لا یدرک۔ ونیام جمع نائم اراد بہ الغافل المحجوب۔ وتسلوا ای قنعوا صفۃ ثانیۃ لقوم۔ والحلم مایراہ النائم فی النوم وانما قال فی الدنیا لانہ فی الآخرۃ تظہر المراتب وتکشف الاسرار فیتنبہون فیہا۔ **ترجمہ**: جب تمام خلق اور اولیائے مقربین حقیقت حضرت دریافت نہیں کر سکتے تو ارباب غفلت جو مبتلائے قساوت قلبی اور منہمک شہوات نفسانی ہیں اور دریافت حقیقت سے محروم اور اپنے خیال وخواب پر قانع ہیں۔ حقیقت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں کس طرح دریافت کر سکتے یعنی نہیں کر سکتے۔ دنیا کی قید اس واسطے لگائی کہ آخرت میں علائق جسمانی وعوائق ظلمانی ہیولانی سے فی الجملہ تجرد حاصل ہوگا اور اجسام تصفیہ میں حکم ارواح پیدا کر لیں گے اس وقت ہر شخص کو حسب مرتبہ جمال وکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب روشن اور واضح معلوم ہونے لگے گا۔ **۳ه** الفاء للتفریع ومبلغ مصدر میمی ای محل بلوغ العلم فیہ ای فی حقہ وشانہ وتنکیر بشر للتعظیم۔ **ترجمہ**:۔ جبکہ دریافت حقیقت حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم غیر ممکن ہے تو غالب اور نہایت ہم سب کی فہم اور علم کی یہ ہے کہ آپ بشر عظیم القدر ہیں اور یہ کہ وہ تمام خلق اللہ انسان وملائکہ وغیرہ سے بہتر ہیں۔ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

وَكُلُّ آيٍ أَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا	۱ه	فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمِ
فَإِنَّهُ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا	۲ه	يُظْهِرْنَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ
أَكْرِمْ بِخَلْقِ نَبِيٍّ زَانَهُ خُلُقٌ	۳ه	بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمِ
كَالزَّهْرِ فِي تَرَفٍ وَالْبَدْرِ فِي شَرَفٍ	۴ه	وَالْبَحْرِ فِي كَرَمٍ وَالدَّهْرِ فِي هِمَمِ

۱ه الآی جمع آیۃ۔ والمراد بہا المعجزات۔ ویجوز ان یکون مرخما۔ **ترجمہ**: اور ہر معجزہ جس کو رسولان کرام لائے سوائے اس کے نہیں کہ وہ معجزہ ان کو صرف بدولت حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا ہے۔ کیونکہ آپ ہی باعث ایجاد خلق ہیں۔ کہ اول ما خلق اللہ نوری وقال اللہ تعالیٰ مخاطبا لآدم علیہ السلام لولاہ ما خلقتک وورد ایضا لولاک لما خلقت الافلاک۔ **۲ه** علۃ للاتصال ومعنی شمس فضل شمس من افضال اللہ تعالیٰ او شمس کمال ای کمال فالتنوین للتعظیم والمراد بالکواکب اما معناہ الحقیقی۔ فالاضافۃ باعتبار انہا سلطان الکواکب فالتشبیہ فی کتمانہا عند ظہورہا۔ واما معناہ المجازی وہو الاقمار واصل الناس ناسی حذف الیاء نسیا منسیا وکذا الانسان مشتق من النسیان وقیل من الانس۔ والمراد بالانوار انوار العلوم والحکم الفوائد الدینیۃ والہدایات الی السعادات الاخرویۃ وبالظلم الجہالات۔ **ترجمہ** وجہ اتصال یہ ہے کہ آپ آفتاب فضل وکمال ہیں اور انبیاء علیہم السلام اس آفتاب کے اقمار وکواکب ہیں۔ پس جیسے قمر بوقت غیبوبۃ شمس استفادہ نور کا شمس سے کر کے شب تاریک کو روشن کرتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام استفادہ فیوض ظاہری و باطنی روح ضوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر کے قبل ظہور وجود باوجود خلق کی رہنمائی کرتے رہے ہیں اور جب خود رونق بخش دنیا ہوئے یہ سب چراغ پیش آفتاب ہو گئے۔ **۳ه** اکرم بہ صیغۃ تعجب۔ والابیات الخمسۃ الآتیۃ تظہرہ لوجود التعجب وتسم ای مشتہر بالبشر ای طلاقۃ الوجہ۔ **ترجمہ**:۔ کیا عمدہ ہے سرشت وصورت حضرت کی جس کو آپ کے خلق عظیم نے زینت دی ہے ایسے حال میں کہ وہ سرتاپا جامہ حسن میں لپٹی ہوئی ہے اور تازہ روئی اور کشادہ پیشانی سے متصف ونشان مند ہے **۴ه** صفۃ نبی فیکون مجرورا او خبر مبتدا محذوف ای ہو کالزہر فیکون مرفوعا او تفسیر للخلق والخلق امنی مثل الزہر وکذا فی البواقی فیکون منصوبا والزہر النور بفتح النون۔ والترف اللطافۃ والنضارۃ۔ والشرف العلو والمکان العالی وعند اہل النجوم شرف الکوکب عبارۃ عن غایۃ کمالہ وظہور خواصہ الحسنۃ وسلامتہ عن النحوسۃ وکرم البحر عموم الانتفاع بہ بلامنۃ ولاضنۃ۔ **ترجمہ** ذات عالی صفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی سرشت نیکو وخلق عظیم لطافت ونظافت میں مثل شگوفے کے اور مثل ماہ چہاردہم کے علو وبزرگی میں اور مانند سمندر کے عموم فیض ونفع رسانی خلائق میں اور مانند زمانے کے ہمتوں میں ہمت زمانہ یہ ہے کہ ہر ناقص کو اس کی غایۃ کمال تک پہنچا دیتا ہے اور ممکنات کا ظہور میں لاتا ہے اور عجائب وغرائب امور ظاہر کرتا ہے۔ (باقی بر صفحۂ آئندہ)

كَاَنَّهٗ وَهُوَ فَرْدٌ فِیْ جَلَالَتِهٖ	١؎	فِیْ عَسْكَرٍ حِيْنَ تَلْقَاهُ وَفِیْ حَشَمٖ
كَاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِیْ صَدَفٍ	٢؎	مِنْ مَعْدِنَیْ مَنْطِقٍ مِنْهُ وَمُبْتَسَمٖ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اسی طرح جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہر مستفیض کو اس کے کمالات ظاہر و باطن میں بدرجۂ کمال پہنچا دیتے ہیں اور بشر کو ملائکہ سے افضل بنا دیتے ہیں۔ وہذا امرٌ بدیہی عند من اطلع علی احوال الصحابۃ والتابعین والاولیاء امتہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور مقصود ان ظاہری تشبیہات سے سمجھانا اور قریب الفہم کرنا مخاطب کا ہے ورنہ احوال عالم کو کیا نسبت ہو سکتی ہے اس ذات مقدس کے کمالات سے جس کا وجود آپ کا طفیل ہے ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ ولقد اجاد الحسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیث قال التقریب کمالاتہ الی الافہام فی مدحہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ؎ لہ راحۃ لو ان معشار جودہا ؛ علی البر کان البر اندی من البحر۔ لہ ہمم لا منتہی لکبارہا ؛ وہمتہ الصغری اجل من الدہر اللہم صل وسلم علیہ ما ذکرہ الذاکرون وما غفل عن ذکرہ الغافلون۔ (متعلق صفحہ ہذا) ١؎ کان للتشبیہ ویجیٔ للظن۔ والواو للحال من اسم کان۔ والعامل فیہ معنی التشبیہ۔ وفی جلالتہ مفعول فیہ لفرد۔ والفرد یجوز ان یراد بہ واحد غیر مصحوب بہ احد وان یراد بہ منفرد انی کمالہ وفی عسکر خبر کان ومتعلق بمحذوف ای کائن۔ والخطاب فی تلقاہ لکل من یصلح ان یکون مخاطبا۔ ترجمہ۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حال میں کہ آپ اپنے جلال وعظمت میں یکتا و یگانہ ہیں جب تو ان سے ملے تو تجھکو ایسا معلوم ہوگا کہ آپ درمیان ایک لشکر عظیم وخدام کثیر کے ہیں۔ جب ناظم مرحوم نے آپ کے خلق عظیم اور نرم خوئی کی نہایت تعریف کی تو اس سے شبہ کم رعبی ہوتا تھا لہذا یہ شبہ دفع کرنیکو فرماتے ہے کہ آپ ہر چند خوش اخلاقی میں کمال رکھتے ہیں مگر بایں ہمہ آپ کو بجانب اللہ تعالیٰ ایسی ہیبت عنایت ہوئی تھی اور ایسا رعب عطا ہوا تھا کہ بحالت تنہائی ایسے رعب دار تھے جیسا کوئی سردار لشکر کثیر میں بارعب اور ہیبت ہوتا ہے۔

٢؎ اللؤلؤ الدر۔ والمکنون المستور۔ وقید اللؤلؤ بکونہ فی صدف لانہ یکون فیہ فی کمال الصفاء والبہاء ومن الاولی متعلق بمستخرج۔ والثانیۃ بکائن وعدن بالمکان اقام بہ ای محل الاقامۃ غلب علی منبع الشئ النفیس ومعدن النطق القلب البادی منہ الکلام واللسان ترجمان الجنان ومعدن الابتسام الفم والبادی منہ الثغر شبہ الدر الذی یکون فی غایۃ الصفاء والبہاء بکلامہ علیہ السلام المہذب الحلو الموجب للحیوۃ الابدیۃ وباسنانہ المبارکۃ اللامعۃ کالبرق۔ کما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تبسم ضاحکا افتر عن مثل سناء البرق وعن حب الغمام واذا تکلم روی کالنور یخرج من ثنایاہ فہذا التشبیہ کما فی قول الشاعر ؎ وبدا الصباح کان غرتہ ؛ وجہ الخلیفۃ حین یمتدح۔ وہذا الشعر ابلغ من قول بعضہم ؎ فمن لؤلؤ یبدیہ عند ابتسامہ ؛ ومن لؤلؤ عند الکلام تساقط۔ ترجمہ گویا موتی جو اپنی صدف میں پنہاں ہے اور ابتک باہر آکر دستمال نہیں ہوا۔ اپنی چمک اور دمک میں ان گوہروں کے مشابہ ہے جو ان دو کانوں سے نکلا ہو جن میں ایک کان زبان مبارک ہے یعنی کلام بلاغت انتظام اور دوسرے دو لب شریف یعنی دندان درخشاں۔ خلاصہ یہ کہ وہ موتی جو ہنوز صدف سے نہیں نکلا وہ کمال صفائی وچمک میں آپ کے کلام اور دندان سے مشابہ ہے گو ان کی صفائی کو نہیں پہنچ سکتا مقصود تعریف صفائی وپاکیزگی کلام ولمعان ودرخشانی دندان مبارک ہے اور یہ تعریف مطابق حدیث شریف ہے

لَا طِيْبَ يَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ اَعْظُمَهٗ	١؎	طُوْبٰى لِمُنْتَشِقٍ مِّنْهُ وَمُلْتَثِمٖ

الفصل الرابع فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اَبَانَ مَوْلِدُهٗ عَنْ طِيْبِ عُنْصُرِهٖ	٢؎	يَا طِيْبَ مُبْتَدَءٍ مِّنْهُ وَمُخْتَتَمٖ

١؎ تربا مفعول بہ لیعدل واعظمہ منصوب مفعول لہ۔ الاعظم بضم الظاء جمع عظم واراد بالاعظم جمیع بدنہ مجازا بذکر الجزء وارادۃ الکل والا فجسدہ المبارک الآن کما کان فی الحیوۃ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء علیہم السلام وانہم یصلون فی قبورہم والانتشاق والشم والالتثام التقبیل ترجمہ کوئی بوئے خوش اس خاک پاک کی ہمسری اور برابری نہیں کر سکتی جس نے جسم شریف کو جمع کیا ہے یعنی اس کے گرد چاروں طرف احاطہ کئے ہوئے ہے اور خوشی اور خوبی ہے اس صاحب نصیب کو جس نے اس خاک کی خوشبو سونگھی ہے اور جس نے اس کا بوسہ دیا ہے اور یہ تحقیق ہے کہ موضع مرقد شریف تمام اجزائے زمین سے بلکہ کعبہ معظمہ اور عرش اعظم سے بھی افضل ہے اور کیوں نہ ہو کہ احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ ہر متنفس کی پیدائش اس خاک سے ہے جس میں وہ دفن ہوتا ہے اور بعد استثنائے موقع قبر شریف کے علماء میں اختلاف ہے کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ سو اکثر صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کا مذہب بعد استثنائے کعبہ شریفہ تفضیل مدینہ منورہ ہے مکہ معظمہ پر ـــــــــ

٢؎ ابانہ اظہرہ۔ والمولد والمبتدء والمختتم اسماء زمان وہو المناسب للبیت اللاحق والعنصر الاصل والمراد بطیب العنصر طہارتہ ونظافتہ اصلہ مما لا ینبغی والمنادی محذوف تقدیرہ یا قوم او یا زمان شموا وانظروا الطیب ابتدائہ وطیب اختتامہ والاولی ان یجعل طیب منادی براسہ ای یا طیب اقبل وانشر رائحتک فالآن اوانک لان عند ذکرہ الشریف وصلوۃ تنشر روائح الرحمۃ والبشری فعند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ فلا غرو ان یصیبک بعضہا۔ ترجمہ۔ آپ کے زمان ولادت نے بسبب ظہور امور غریبہ وکرامات عظیمہ آپ کی عمدگی ولطافت وطہارت اصل مبارک کو ظاہر کر دیا۔ ای قوم یا ای خوشبو تم حاضر ہو۔ اور آپ کی حسن ابتدا اور خوبی خاتمہ کو دیکھو اور ای زمان ولادت وزمان رحلت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے فضائل کا کیا کہنا ہے تو تمام زمانوں سے افضل ہے کہ سورۂ والعصر میں خدا نے تیری قسم کھائی اور تجھ کو شرف وجود باوجود فخر عالم وآدم سے مشرف فرمایا ؎ از فروغ تست روشن دین ودنیا ہر دو جا ؛ بر تو بادا از خدا صلوات یا بدر الدجیٰ۔ مادر گیتی نزادہ چوں تو فرزند دگر ؛ دیدۂ عالم ندیدہ ہمچو تو حسن اللقا۔ کے ملک کردے بہ پیش آدم خاکی سجود ؛ نور تو در وی نبودی گر ودیعت ای ہدا۔ پی نبردے ہیچکس تا منزل حق الیقین ؛ گر نبودے ذات پاکت اندریں رہ مقتدا۔ از بہار لطف تو سر سبز باغ کائنات ؛ وز نسیم فیض تو شاداب تر روض الصفا ـــــــ حضرت مقدس آمنہ مادر شریف سے روایت ہے کہ بوقت ولادت مبارک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسا نور ظاہر ہوا کہ زمین سے آسمان تک روشن ہو گیا اور مجکو قصور شام معلوم ہونے لگے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

یَوْمٌ تَفَرَّسَ فِیْہِ الْفُرْسُ اِنَّھُمْ	۱ھ	قَدْ اُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ
وَبَاتَ اَیْوَانُ کِسْریٰ وَھُوَ مُنْصَدِعٌ	۲ھ	کَشَمْلِ اَصْحَابِ کِسْریٰ غَیْرُ مُلْتَئِمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور ایسی خوشبو ظاہر ہوئی کہ دماغ عالم معطر ہوگیا اور میرے گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ اے آمنہ آپکو تین روز تک ظاہر مت کر کہ ملائکہ سلام کے لئے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور آپ مختون وناف بریدہ اور آلائش اطفال سے پاک پیدا ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کہتی ہیں کہ میں بوقت ولادت حضرت کی دایہ تھی سو میں نے دیکھا کہ آپ کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آگیا اور میں نے اس شب چھ عجیب چیزیں دیکھیں۔ اول یہ کہ جب آپ شکم مادر سے جدا ہوئے تو آپ نے اول خداوند تعالیٰ شانہ کو سجدہ کیا۔ دوسرے یہ کہ آپ نے سر اپنا اٹھایا اور لا الٰہ الا اللہ انی رسول اللہ فرمایا۔ تیسرے یہ کہ تمام گھر آپکے نور سے روشن ہوگیا۔ چوتھے یہ کہ میں نے حسب دستور ارادہ آپکے غسل کا کیا تو غیب سے آواز آئی کہ اے صفیہ تو غسل کی تکلیف گوارا نہ کر کیونکہ ہم نے ان کو شکم مادر سے غسل دادہ پاک وصاف جدا کیا ہے۔ پانچویں یہ کہ آپ مختون ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ چھٹے یہ کہ جب میں نے چاہا کہ آپ کو کرتہ پہناؤں تو میں نے آپ کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی جس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے بوقت غسل حضرت کے ایسی بوئے خوش سونگھی کہ پہلے کبھی ایسی بوئے خوش سونگھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اور یہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ میں نے بوقت غسل شریف آپکے جسم مبارک پر کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو اموات کو پیش آتی ہے میل وغیرہ سے تو میں نے کہا آپ پر میرے پدر و مادر قربان ہو کہ آپ زندہ بھی نہایت پاک تھے اور بعد وفات کے بھی۔ جناب امیر سے لوگوں نے سبب کمال حفظ وفہم کا پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب میں نے حضرت کو غسل دیا تو ایک پانی کا قطرہ آپ کے چشم مبارک پر رہ گیا تھا سو مجھکو گوارا نہ ہوا کہ اس کو زمین پر گرا دوں اس لئے میں نے اس کو پی لیا یہ میرے کمال حفظ وفہم کا سبب ہے۔

(متعلق صفحۂ ھٰذا) ۱ھ بدل من مولدہ۔ والمراد بیوم مطلق الوقت کما یقال وقع ذلک یوم خلافۃ الرشیدی ای فی خلافتہ وتفرس ای علموا بالفراسۃ والفرس کقفل الفارسیون۔ والحلول النزول۔ البوس الشدۃ والعذاب والنقم جمع نقمۃ وہی العقوبۃ۔ **ترجمہ**: آپ کی پیدائش کا روز وہ مبارک دن ہے کہ اہل فارس نے اپنی فراست سے کہ اس وقت آیات بینات بکثرت ظاہر ہوئیں اور نیز اوضاع فلکیہ واخبار کا کاہناں سے دریافت کرلیا کہ وہ لوگ ڈرائے گئے کہ زمانہ ان کی زوال سلطنت اور پیش آنے مصائب کا بسبب ولادت سرور کائنات قریب آگیا ہے۔ ۲ھ عطف علیٰ تفرس۔ وبات من الافعال الناقصۃ ومعناہ دخل فی المساء او بمعنی صار ای صار وقت البیتوتۃ والمراد لیلۃ میلادہ۔ وکسریٰ معرب خسرو۔ والمراد بکسری الاول ہو نوشیروان العادل بن القباد وبالثانی یزدجرد آخر ملوک الفارس الذی فرائی مرد من جنود الاسلام فی عہد امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ فی محاربتہ نہاوند وقتل بہا وانتشرت عساکرہ۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

وَسَاءَ سَاوَۃَ اَنْ غَاضَتْ بُحَیْرَتُھَا	۱ھ	وَرُدَّ وَارِدُھَا بِالْغَیْظِ حِیْنَ ظَمِی
وَالنَّارُ خَامِدَۃُ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسَفٍ	۲ھ	عَلَیْہِ وَالنَّھْرُ سَاھِی الْعَیْنِ مِنْ سَدَمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) والمنصدع المنشق والشمل التفرق۔ والملتئم المجتمع او المراد بکسریٰ الثانی الخسرو ما حب شیرین الذی بعث الیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن حذافۃ السہمی بکتابہ الشریف وامرہ ان یدفعہ الی عظیم البحرین الیہ فلما قرءہ مزقہ فدعا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یمزق کل ممزق ای مزقہم اللہ تعالیٰ تمزیقاً تاماً۔ **ترجمہ** اور نوشیروان کا محل بوقت ولادت باسعادت بحالت شکستگی ایسا پاش پاش ہوگیا جیسے لشکر کسریٰ کو پھر مجتمع ہونا نصیب نہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ محل مذکور بالکل پھٹ گیا تھا۔ اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ اس پر کاہنوں نے کہا کہ اس سلطنت کے چودہ بادشاہ تخت نشین ہوں گے۔ یہ سنکر کسریٰ کو فی الجملہ تسلی ہوئی اور کہا چودہ بادشاہوں کے گزرنے کیلئے ایک عرصہ دراز چاہئے۔ مگر حال یہ ہوا کہ چار برس کے عرصہ میں ان کے دس بادشاہ گزر چکے اور باقی چار امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ تلک ختم ہو گئے۔ واجاد القائل ؎

عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا ؎ عرب میں شور اٹھا جس وقت اس کی آمد آمد کا

(متعلق صفحۂ ھٰذا) ۱ھ ساء یسوءہ سوءً بالفتح نقیض سرہ عطف علی تفرس۔ وساوۃ بلدۃ والمراد اہلہا۔ وغاضت ای نقصت وغارت وبحیرتہا فاعل لہ۔ ورد ان قرء مجہولا فواردہا مرفوع والا فمنصوب والظماء العطش واصل ظمی ظمیٔ بالہمزۃ فابدلت بالیاء واسکنت لضرورۃ القافیۃ۔ **ترجمہ** اور اہل ساوہ کو اس امر نے غمگین کیا کہ اس کے دریا کا پانی خشک ہوگیا۔ اور اس کے گھاٹ پر آنے والا جبکہ تشنہ ہوا خشمگین ناکامیاب لوٹایا گیا یا اس نے اس کو تشنہ لوٹایا۔ ۲ھ خمدت النار انطفت۔ والانفاس جمع نفس والمراد الشعلۃ۔ والاسف الحزن۔ ومن فی الموضعین للتعلیل والمجرور فی علیہ الانصداع او الفرس او الکسریٰ والسہو السکون والغفلۃ: ونفس النار لہیبہا۔ وخمود الحرارۃ لایکون الا بتمام الانطفاء۔ والمراد بالنار نار فارس کانت عبدتہا یحفظونہا وما خمدت منذ الف عام وبالنہر الفرات فانہ جری فی غیر مرہ وخرب بناء کسریٰ بغیر مرۃ ووقع فی وادی ساوۃ وہی بین دمشق والعراق۔ **ترجمہ**:- آپ کے میلاد شریف کیوقت آتش مجوز جو ہزار سال سے برابر روشن تھی بسبب افسوس کے جو بطلان دین مجوس اور انشقاق ایوان کے باعث تھا جو اس کی بڑی حفاظت اور عبادت کرتے تھے بالکل سرد ہوگئی۔ اور نہر فرات کوفہ کے قریب جس پر نوشیروان نے پل باندھ کر عمارات عالی شان اور اس کے گرد بہت سے آتشکدے اور کنائس بنائے تھے ایسی حیران اور بیخود ہوئی اور ایسے ہاتھ پاؤں اس کے پھولے کہ اپنا بہاؤ چھوڑ کر ساوہ کے گھاٹ میں جو دمشق اور عراق کے درمیان ہے جا پڑی ——

كَاَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَاءِ مِنْ بَلَلٍ	ه١	حُزْنًا وَبِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمِ
وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْاَنْوَارُ سَاطِعَةٌ	ه٢	فَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَعْنًى وَمِنْ كَلِمِ
عَمُوْا وَصَمُّوْا فَاِعْلَانُ الْبَشَائِرِ لَمْ	ه٣	تُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ
مِنْ بَعْدِ مَا اَخْبَرَ الْاَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ	ه٤	بِاَنَّ دِيْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ يَقُمِ

ه١ بالنار خبر کان وما الموصولۃ مع صلتہا اسمہ۔ وحزنا تمیز عن الابہام فی معنی التشبیہ او مفعول ومن فی الموضعین للبیان۔ والبلل الندی والضرم الالتہاب۔ **ترجمہ**:۔ گویا آگ کو وہ کیفیت تری حاصل ہوگئی جو پانی میں ہوتی ہے بسبب رنج بطلان اپنی پرستش کے پس وہ بجھ گئی کیونکہ غم ورنج سبب گریہ ہوتے ہیں اور پانی کو وہ خاصۂ التہاب حاصل ہوگیا جو آگ میں تھا پس وہ خشک ہوگیا۔ تاکہ یہ انقلاب اس امر پر دلالت کرے کہ ولادت شریف سے انقلاب کلی ادیان باطلہ میں ہو جاوے گا۔ **ه٢** جنہ سترہ ومنہ الجنین۔ ویسمی الجن جنیا لاستتارہم عن اعین الناس۔ وہتف بہ ہاتف افہم کلامہ من حیث لایراہ السامع۔ والسطوع الظہور۔ والمراد بالمعنی الامور العجیبۃ التی ظہرت عند ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وکلم جمع کلمۃ والمراد بہ اقوال الجن والکاہنین القائلین بانہ قد ولد نبی عظیم القدر او سیولد۔ واراد بہما الامور الظاہرۃ والباطنۃ۔ **ترجمہ** اور جنات ظہور حضور کی آوازیں کر رہے ہیں اور انوار حضرت کے ظاہر و باہر ہو رہے ہیں۔ یہانتک کہ حضرت کی والدہ ماجدہ نے بوقت ولادت باسعادت کے قصور شام دیکھ لئے اور حق ظاہر ہو رہا ہے۔ امور باطنیہ سے مثل ظہور نور وغیرہ کے اور امور ظاہریہ سے مثل آواز ہاتف کے **ه٣** الضمیر ان لاہل فارس واہل ساوۃ او اعم منہما من المنکرین۔ وفی الکلام اللف والنشر الغیر المرتب والبشائر جمع بشارۃ وہی الخبر المورث للسرور ولم تشم من الشیم وہو النظر۔ **ترجمہ**:۔ منکرین اندھے اور بہرے ہوگئے سو اظہار بشارات سنا نہ گیا اور برق تخویف نہ دیکھی گئی۔ یہ شعر جواب سوال مقدر کا ہے اور وہ یہ ہے کہ منکرین باوجود ظہور دلائل نبوت کیوں ایمان نہ لائے۔ **جواب** یہ ہے کہ وہ قبول حق سے اندھے اور بہرے ہوگئے اس لئے نہ انھوں نے یہ بشارت قدوم شریف سنی اور نہ برق غضب الٰہی دیکھی فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا۔ **ه٤** متعلق لعموا وصموا۔ والاعوجاج فی المحسوسات عدم الاستقامۃ الحسیۃ وفی غیرہا عدم الصواب وعدم کونہا علی ماینبغی۔ والمراد بالقیام الثبوت والدوام ــــــ

ترجمہ:۔ اور زیادہ عجیب یہ ہے کہ یہ قبول حق سے ان کا اندھا اور بہرا ہونا اس امر کے بعد ہوا کہ اُن کے کاہن نے تمام اقوام کو یہ خبر دیدی تھی کہ ان کا نا راست و کج دین آئندہ قائم نہیں رہے گا۔

وَبَعْدَ مَا عَايَنُوْا فِي الْاُفْقِ مِنْ شُهُبٍ	ه١	مُنْقَضَّةٍ وَفْقَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ صَنَمِ

ه١ الافق طرف السماء، والشہب جمع شہاب بمعنی شعلۃ النار ای شعل ماخوذۃ من الکواکب کالقبس یوخذ من النار وقت استراق الشیاطین السمع فیتبعہم۔ وہذا معنی کون النجوم رجوما للشیاطین لان الکواکب لایزول عن مکانہ۔ وقد کانوا قبل میلادہ صلی اللہ علیہ وسلم یسترقون السمع۔ قال القاضی فی تفسیر سورۃ الحجرات روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہم کانوا لایحجبون عن السموات فلما ولد عیسیٰ علے نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام منعوا من ثلث السموات فلما ولد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم منعوا من کلہا بالشہب ووفق منصوب بنزع الخافض ای علی وفق الاصنام وہو صفۃ مصدر محذوف ای انقضاضا مثل انقضاض الصنم ومعاینۃ مثل معاینۃ ما فی الارض من الاصنام المنقضۃ۔ **ترجمہ**:۔ اور وہ مجوس یا عام کفار اختیار راہ صواب سے اندھے اور بہرے ہوگئے اور بعد دیکھنے شعلہائے آتش کے اطراف آسمان میں جو جنات پر مارے جاتے تھے مثل اوندھے اور منہ کے بل گرنے بتہائے روئے زمین کے یعنی منکرین نے بچشم خود دیکھا کہ علاوہ اور آیات بینات مذکورہ بالا کے جنات پر جو استراق سمع کیلئے اطراف آسمان کی طرف جاتے تھے۔ برابر شعلہائے آتش مارے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی وقت ولادت شریف تمام روئے زمین کے بت اوندھے گر پڑے۔ تب بھی حضرت پر ایمان نہ لائے منجملہ اخبار کاہناں ایک یہ ہے کہ جب ولادت مبارک کی شب میں ایوان کسریٰ کو سخت زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتش مجوس جو ہزار سال سے برابر روشن تھی دفعۃً بجھ گئی۔ اور بحیرہ ساوہ کا پانی خشک ہوگیا اور ایک بڑے موبد مجوس نے خواب میں دیکھا کہ شتران بے مہار عرب عربی گھوڑوں کو ہنکاتے لاتے ہیں یہانتک کہ دجلہ پار آگئے۔ اور تمام شہرہائے فارس میں پھیل گئے اور کسریٰ زلزلہ اپنے محل اور گر جانے کنگروں سے نہایت مضطرب اور بے چین ہوا تو صبح کو اپنے دربار کے تمام نجومیوں کو جمع کیا اور یہ قصہ ان کے روبرو پیش کر رہا تھا کہ اسی اثنا میں خبر آگ کے سرد ہو جانے کی اس کو پہنچی۔ اور موبد کلاں نے اپنا خواب بادشاہ کے روبرو بیان کیا۔ تو بادشاہ سخت گھبرایا۔ اور باذان والی یمن کو لکھا کہ جلد ایک ہوشیار نجومی میرے پاس بھیجو جو میرے سوالات کا درست جواب دے سکے۔ چنانچہ اس نے ایک شخص عبد المسیح بن عمر بن بقیلہ غسانی کو ارسال حضور کیا۔ بادشاہ نے ان حوادث کا حال اس سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ اس سوال کا جواب میرا ماموں سطیح کاہن جو شام میں رہتا ہے دے سکتا ہے مجکو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جلد جا اور اس سے پوچھکر آ۔ جب وہ سطیح کے پاس آیا تو اس کو قریب المرگ پایا اور اس کو سلام کیا مگر کچھ جواب نہ پایا اور بعد ازاں سطیح نے اپنا سر اٹھایا اور یہ فرمایا۔ عبد المسیح علے جمل یسیح الی سطیح وقد اوفی علے الضریح یا عبد المسیح بعثک ملک بنی ساسان لارتجاس الایوان وخمود النیران ورؤیا الموبذان۔ یا عبد المسیح اذا غاضت بحیرۃ ساوہ وفاض وادی السماوۃ فقد ولد صاحب التلاوۃ۔ وظہر خیر الادیان وزال ملک بنی ساسان ویملک منہم ملوک وملکات علی عدد الشرفات وکل ما ہو آت آت ثم خرجت نفسہ۔ سو جب عبد المسیح کسریٰ کے پاس آیا اور جواب سنایا تو بادشاہ کو تسلی ہوئی ــــ

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

حَتّٰی غَدَا عَنْ طَرِیْقِ الْوَحْیِ مُنْهَزِمٌ	۵۱	مِنَ الشَّیَاطِیْنِ یَقْفُوْ اِثْرَ مُنْهَزِمِ
کَاَنَّهُمْ هَرَبًا اَبْطَالُ اَبْرَهَةٍ	۵۲	اَوْ عَسْکَرٌ بِالْحَصٰی مِنْ رَاحَتَیْهِ رُمِیْ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور کہا کہ چودہ شاہوں کے گذرنے کو عرصۂ دراز چاہئے بعدازاں چار برس کے عرصہ میں ان کے دس بادشاہ گذر گئے اور چار باقی خلافت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ میں ختم ہوگئے۔ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جنات میں سے میرا ایک دوست تھا۔ کہ مجکو حالات آئندہ کی خبر دیا کرتا تھا اور میں ان کو لوگوں سے کہدیا کرتا تھا۔ اور اس سبب سے مجکو بہت فتوح ہوتے تھے۔ ایک روز وہ آیا اور مجھ سے کہا کہ اخبار سماوی ہم سے روکی گئیں اور جب ہم آسمان کی طرف جاتے ہیں تو شہابے ہم پر پڑتے ہیں اب تو جا اور راہ ہدایت تلاش کر۔ کہ ایک پیغمبر قبیلہ لوی بن غالب میں ظاہر ہوئے ہیں اور لوگوں کو راہ خدا کی ہدایت کرتے ہیں اور بت پرستی اور گمراہی سے منع فرماتے ہیں جب اس نے برابر تین روز مجھ سے یہ خبر کہی تو میرے دل میں حب اسلام پیدا ہوئی اور بعدازاں بخدمت سرور کائنات مکہ معظمہ میں حاضر ہوا اور اسلام سے مشرف ہوا اور اس قسم کی بہت سی روایتیں ہیں اختصاراً چھوڑی گئیں۔ اور شب ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تخت ابلیس الٹ گیا۔ اور تمام بت اوندھے زمین پر منھ کے بل گر پڑے چنانچہ حضرت عبد المطلب سے منقول ہے وہ کہتے تھے۔ میں شب ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں کعبہ شریف میں تھا۔ قریب وقت سحر میں نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف سجدہ میں گیا اور تکبیر کہی اور بت جو خانہ کعبہ کے گرد تھے سب سرنگوں ہو گئے اور بت ہُبل جو سب میں بڑا تھا منھ کے بل گر پڑا اور اس کے اندر سے آواز آئی کہ آمنہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنا اور قریش کے ایک فریق کا ایک بُت تھا کہ ہر سال وہاں حاضر ہوتے تھے اور عید مناتے تھے۔ ایک شب وہ بت اپنی جگہ سے جُدا ہوا اور سرنگوں ہوگیا۔ لوگوں نے اس کو پھر سیدھا کر دیا وہ پھر سرنگوں ہوگیا اور اس کے اندر سے آواز آئی کہ پیغمبر آخر الزمان پیدا ہوئے اور ان کے نور سے مشرق سے مغرب تلک روشن ہوگیا اور تمام بت منھ کے بل گر پڑے اور بادشاہوں پر ان کا رعب چھا گیا۔ (متعلق صفحہ ھذا)

۵۱ حتی متعلق بمنقفتہ ونہایۃ للاقتضاض۔ وغدا بمعنی صار۔ وعن متعلق بیقفوا التضمنہ معنی یہرب وطریق بالوحی ابواب السماء ومنہزم اسم غدا۔ ومن الشیاطین صفۃ منہزم ویقفو خبر غدا۔ واثر عقب۔ **ترجمہ:۔** شہاب یہاں تلک شیاطین پر برسے کہ تمام شیاطین وحی کی راہ یعنی ابواب آسمان سے ایسے حال میں بھاگے کہ ایک دوسرے کے پیچھے تھا۔ **۵۲** ہرباً تمیز عن الحکم التشبیہی او حال بمعنی ہاربین۔ والابطال جمع بطل وہو الشجاع۔ وابرہۃ الحبشی ملک من ملوک الیمن وہو رئیس اصحاب الفیل۔ وعسکر بالرفع عطف علی الابطال وبالجر علی ابرہۃ وبالحصی متعلق برمی والمروی ان الرمی وقع بکف واحد وبہا جیئی بالتثنیۃ۔ **ترجمہ:۔** گویا وہ شیاطین شعلہائے شہاب سے بھاگتے وقت دلیران ابرہہ حبشی کے تھے۔ یا لشکر کفار قریش کے مشابہ تھے جن پر ہر دو کف مبارک سے سنگریزے پھینکے گئے یعنی شیاطین شعلہائے مذکورہ سے ایسے ہوش باختہ بھاگے جیسا لشکر ابرہہ کا جب وہ بارادۂ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ہدم کعبہ معظمہ کے آئے تھے۔ یا لشکر کفار قریش کے مشابہ تھے جن پر حضرت رسالت پناہ نے مشت سنگریزہ ہاے ماری اور ہر ایک اپنی آنکھوں کو ملتا ہوا بھاگا۔ **خلاصہ واقعہ** ابرہہ کا یہ ہے کہ جب اس نے دیکھا کہ لوگ جملہ اطراف سے ایام حج میں نذر و ہدایا لیکر کعبہ معظمہ کو جاتے ہیں تو اس نے براہ تمرد و عناد کعبہ شریفہ کے مقابل شہر صنعاء میں ایک مکان عمدہ تیار کیا اور اس کے درو دیوار کو سنہری کام اور جواہر سے مزین کیا اور اپنی تمام رعایا کو اس گھر کے طواف کا حکم دیا۔ اسی اثناء میں ایک شخص بنی کنانہ سے جو اس خانہ کی جاروب کشی پر مقرر تھا اس میں پائخانہ کر کے بھاگ گیا۔ بوقت تحقیقات صبح کو معلوم ہوا کہ وہ خادم مکی تھا۔ براہ بُغض یہ عمل کر گیا ہے ابرہہ یہ سنکر بہت برہم ہوا اور ارادہ کیا کہ اس کے عوض میں خانہ کعبہ کا ہتک کرے۔ انھیں روزوں میں ایک قافلہ اہل مکہ کا اس مکان کے قریب اترا۔ رات کو جو انھوں نے آگ جلائی وہ بسبب بادِ تند کے اس گھر میں جا لگی۔ اور تمام زینت مکان مذکور خراب ہوگئی اور وہ قافلہ یہ صورت دیکھ کر بھاگ گیا اور یہ امر موجب مزید برافروختگی ابرہہ کا ہوا کیونکہ اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ قافلہ اہل مکہ کا تھا۔ آخر والی مذکور نہایت غضبناک ہو کر مع فوج کثیر اور بارہ فیل کے جن میں ایک کا نام محمود اور سب سے قوی اور کلاں تر تھا واسطے ہدم کعبہ معظمہ کے روانہ ہوا جب وہ طائف میں پہنچا تو بنی ثقیف نے ابو رغال نام ایک شخص بطور رہبری اس کے ساتھ کر دیا اور ابرہہ کو مقام مغمس تک پہنچا کر مر گیا اور عرب اس کی قبر کو سنگسار کرنا شروع کر دیا۔ اور ابرہہ نے اسود بن مقصود کو بجانب مکہ روانہ کر دیا۔ اس نے شتران و اموال اہل مکہ لوٹ لئے ان میں دو سو شتر عبد المطلب بن ہاشم جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی تھے۔ پھر ابرہہ نے خاطہ حمیری کو یہ پیغام دیکر اہل مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کے سردار سے کہدو کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا بلکہ خانہ کعبہ کو گرانے آیا ہوں سو اگر تم مجکو اس امر سے مانع نہ ہو گے تو میں تم سے نہیں لڑوں گا۔ عبد المطلب نے جواب دیا کہ ہم بخدا اس سے لڑنا نہیں چاہتے یہ خداوند تعالیٰ اور اس کے خلیل کا گھر ہے وہ اسے چاہے رد کے یا نہ روکے ہمیں اس سے کچھ مطلب نہیں ہے قاصد نے اُن سے کہا کہ تم خود چل کر یہی بادشاہ سے کہدو۔ وہ ساتھ ہولئے۔ جب لشکر میں پہنچے تو وہاں ذو نفر کا جو اُن کا دوست تھا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ بوجہ منع کرنے ہدم کعبہ کے قید میں ہے آپ اس کے پاس آئے اور کہا کہ کچھ تدبیر اس معاملہ میں کر سکتے ہو۔ اس نے اپنی بیچارگی بسبب قید کے بیان کی اور کہا کہ اُنیس نام فیلبان میرا دوست ہے اس سے تمھاری سفارش کئے دیتا ہوں تم اس کی معرفت ابرہہ سے ملو اور جو کہنا ہے کہو۔ آپ نے فرمایا بہتر۔ سو اُنیس ابرہہ کے پاس گیا اور کہا کہ سردار قریش آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ اس نے بلا لیا اور حضرت عبد المطلب ایک وجیہ صاحب جمال تھے۔ ابرہہ نے ان کو دیکھا تو بتعظیم تمام پیش آیا اور اپنے تخت سے اتر کر آپ کے پاس آکر بیٹھا اور ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھ کہ تم کیوں آئے ہو بجواب ترجمان آپ نے فرمایا کہ میرے دو سو اونٹ جو لوٹ میں آئے ہیں چھوڑ دیجئے۔ ابرہہ نے کہا کہ میں تم کو دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا مگر اب تمھاری درخواست سنکر میرا خیال تمھارے باب میں بدل گیا۔

(باقی بر صفحہ آئندہ ملاحظہ ہو)

کیا تم اپنے شتر لینے آئے ہو اور خانہ کعبہ جو تمہارا دین و ایمان ہے اس کا کچھ ذکر نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ شتر میری ملک ہیں اس لئے ان کی واپسی کی درخواست کی گئی اور خانۂ کعبہ کا مالک خود اپنے گھر کو بچالے گا۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ سے اس خانہ کو کون بچا سکتا ہے۔ یہ کہکر اس نے شتر چھوڑ دیئے اور حضرت مکہ واپس آئے۔ اور اہل مکہ کو خبردار کر دیا اور ان سے کہا کہ تم پہاڑوں میں پناہ لو تاکہ نقصان لشکر سے بچو۔ پھر عبدالمطلب اٹھے اور چند قریشی ان کے ساتھ ہوئے اور خانہ کعبہ کے حلقہ کو پکڑکر خداوند تعالیٰ سے دعائے حفاظتِ کعبہ معظمہ اور فتح کی مانگنے لگے۔ اور اسی حال میں بہت سے اشعار پڑھے۔ منجملہ ان کے یہ دو شعر لکھے جاتے ہیں ؎ یارب لا ارجو لہم سواکا ؛ یارب فامنع منہم حماکا ــ ان عدو البیت من عاداکا ؛ امنعہم ان یخربوا فناکا ــ پھر حضرت عبدالمطلب نے حلقہ دروازہ بیت اللہ شریف کو چھوڑ دیا اور خود مع ہمراہیوں کے پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپ گئے اور منتظر رہے کہ ابرہہ مکہ میں آکر کیا کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو ابرہہ نے بیت اللہ پر چڑھائی کی تیاریاں کیں اور اپنے فیلِ محمود نام کو واسطے ہدم کعبہ شریف زاد اللہ تعظیماً کے متعین کیا۔ کہ جلد بعد فراغ یمن کو واپس جاوے۔ جب فیلِ مذکور کو کعبہ کی طرف متوجہ کیا تو نفیل بن حبیب خثعمی نے فیل مذکور کا کان پکڑا اور کہا کہ محمود تو کامیابی کے ساتھ جہاں سے آیا ہے لوٹ جا کیونکہ خدا کے محترم شہر میں ہے یہ کہکر اس کا کان چھوڑ دیا۔ اس پر فیل مذکور نے آپ کو زمین پر گرا دیا۔ اور نفیل دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اب لوگوں نے اس ہاتھی کو خوب مارا مگر وہ نہ اٹھا۔ جب اس کو بجانب یمن لیجانا چاہتے تھے تو اٹھ کر تیز چلنے لگتا تھا۔ اور ایسا ہی بجانب شام و مشرق مگر جب بجانب مکہ اس کو ہنکاتے تھے فوراً بیٹھ جاتا تھا۔ پھر ایزد جل شانہ نے بحر کی جانب سے ابابیل پرندے بھیجے ہر پرندے کی ایک ایک سنگریزہ چونچ میں اور ایک ایک دونوں پنجوں میں بمقدار دانہ نخود و مسور تھے وہ سنگریزہ ہائیں خوردی جس کے لگتا تھا فوراً ہلاک ہو جاتا تھا۔ پھر باذن اللہ ایک سیل آئی اور مردوں کو دریا میں کھینچ کر لے گئی اور جو لوگ سنگریزوں سے بچے ابرہہ کے ساتھ جس راہ سے آئے تھے اسی راہ بھاگے اور نفیل بن حبیب مذکور سے راہ پوچھنے لگے تو اس نے ان کی تباہی دیکھ کر یہ شعر پڑھا ؎ این المفر الالٰہ الطالب ؛ والاشرم المطلوب غیر الغالب۔ الغرض وہ بحالت اضطرار بھاگے اور راہوں میں ہلاک ہوتے جاتے تھے اور ابرہہ کو ایسا مرض لاحق ہوا کہ اس کے تمام اعضا ایک ایک کر کے گرگئے اور وہ صنعاء میں بحالت تباہ ایسا آیا جیسا چوزہ بیضہ سے نکلتا ہے اور اسی حال میں ہلاک ہوگیا۔ انتہیٰ ملخصاً من التاریخ الکامل لابن الاثیر وغیرہ۔ **وقولہ** او عسکر الخ اشارہ ہے اور معجزوں کی طرف جو جنگ بدر اور جنگ حنین میں ظاہر ہوئے اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ہر دو جنگ میں لشکر کفار باجمعیت بسیار حملہ آور ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہت الوجوہ فرما کر ایک مشت ریگ و سنگریزے ان کی طرف پھینکے جن کا یہ اثر ہوا کہ ایک مشت سے ہزاروں کی آنکھوں میں کچھ نہ کچھ اثر پہنچا اور فوراً شکست کھا کر چنبت ہو گئے اور ہر ایک کے دل میں ایسا رعب چھا گیا کہ ہرگز نہ ٹھہر سکے۔ اور رُمی صیغہ ماضی مجہول اس واسطے لایا کہ ایک مشت ریگ کا اثر ہزاروں آنکھوں میں پہنچا خارق عادت و فعل خداوندی ہے (باقی برصفحہ آئندہ)

نَبَذْنَ ابِهٖ بَعْدَ تَسْبِيْحٍ بِبَطْنِهِمَا [۱] نَبْذَ الْمُسَبِّحِ مِنْ اَحْشَاءِ مُلْتَقِمٖ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) جو درحقیقت پھینکنے والا ہے۔ لہٰذا اس فعل کو خداوند تعالیٰ نے اپنی جناب مقدس کی طرف منسوب کیا حیث قال وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ (متعلقہ صفحہ ہٰذا)

[۱] ہو مفعول مطلق علیٰ غیر لفظ وبہ مفعول بہ از نبذا و زید الباء فی المفعول لتقویۃ المصدر فی العمل وتنوین تسبیح بدل من المضاف الیہ ای بعد تسبیح الحصی۔ واراد بالمسبح یونس علیہ السلام۔ وبالملتقم الحوت الذی التقمہ وفی النبذ الثانی المضاف محذوف وہو صفۃ النبذ الاول ای نبذا مثل نبذ الحوت وفاعل النبذ الثانی ہو اللہ تعالیٰ۔ **ترجمہ:** آپ نے اپنے کفِ مبارک سے سنگریزے دشمنوں کی طرف ایسے حال میں پھینکے کہ وہ ہر دو کف دست میں سبحان اللہ کہتے تھے جیسے خداوند تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام تسبیح خواں کو جنہوں نے شکم ماہی میں تسبیح لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کی پڑھی۔ شکم ماہی نگل جانے والی نے پھینکدیا تھا یعنی جیسا حضرت یونسؑ کا شکم ماہی سے نکلنا باعث نجات ان کی قوم کا ہوا ایسا ہی نکلنا سنگریزوں کا کف مبارک پیغمبر علیہ السلام سے باعث خلاصی اہل اسلام حملہ اعدا سے ہوا ــ

قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا مختصراً یہ ہے کہ حضرت مذکور اہل شہر نینویٰ کی طرف جو شہر موصل کے مقابل میں واقع ہے اور دریائے دجلہ دونوں کے بیچ میں بہتا ہے مبعوث ہوئے تھے وہاں کے باشندے بت پرست تھے حضرت نے ان کو ایک عرصۂ دراز تک ہدایت خدا پرستی کی مگر وہ راہ پر نہ آئے اور قوم مذکور نے حضرت یونسؑ سے سوال کیا کہ آب میں سے آگ نکال دیجئے اور اس کو بے سوختہ کے روشن رکھئے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کر دکھایا مگر وہ ایمان نہ لائے جب حضرت ان کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے تو آپ کے پاس حضرت جبرئیل آئے اور کہا کہ آپ اپنی قوم کے پاس جائیے اور ان سے کہدیجئے کہ عذاب الٰہی عنقریب آنے والا ہے اس پر بھی وہ راہ پر نہ آئے۔ جب رات ہوئی تو حضرت موصوف نے مع اپنی زوجہ شریفہ اور دونوں بیٹیوں کے ان سے مفارقت کی اور حق تعالیٰ نے قدرے باد سموم دوزخ و دوخان کو ان پر مسلط کر دیا۔ یہ حال دیکھ حضرت یونسؑ کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملے تو اب ان کو عذاب کا یقین ہو گیا اور درگاہ خداوندی میں عجز و زاری کرنی شروع کی اور بت پرستی سے تائب ہو گئے وبغرض حصول رحمت اولاد کو ان کی ماؤں سے جدا کر دیا اور ٹاٹ کا لباس پہن لیا اور جو کسی نے ظلماً کسی کی چیز چھین لی تھی اس کو واپس کرایا یہاں تک کہ اگر کسی نے پتھر غصب کر کے مکان کی بنیاد میں رکھ دیا تھا تو وہاں سے نکال کر مالک کو دیدیا اور وہ لوگ شہر سے باہر نکلے اور عجز و زاری درگاہ ایزدی میں شروع کی اور کہنے لگے کہ بار خدایا ہم تجھ پر اور تیرے نبی یونسؑ پر اور سارے انبیاء پر ایمان لے آئے اب ہمارے گناہ بخشدے اور عذاب دور فرمادے اور یہ کہکر سب سجدے میں گر پڑے اس پر ملائکہ عذاب کو حکم ہوا کہ بس ہم موحدوں پر عذاب نہیں بھیجتا۔ آخر وہ لوگ مؤمن مامون ہو کر شہر میں واپس آئے۔

علما میں اختلاف ہے کہ قوم یونسؑ پر عذاب واقع ہوا یا نہیں اور صحیح تر یہ ہے کہ عذاب واقع نہیں۔ بلکہ آثار عذاب ظاہر ہوئے ان کو دیکھ کر وہ تائب ہو گئے اور اگر عذاب شروع ہو جاتا تو اُن کی توبہ قبول نہ ہوتی صرف انہوں نے ابر سیاہ خوفناک جس کے ساتھ بکثرت دخان تھا دیکھا جس نے ان کے شہر کا احاطہ کر لیا تھا اور ان کے مکانوں کی چھتیں سیاہ ہو گئی تھی۔ اب حضرت نے ارادہ کیا کہ اپنی قوم کا حال دیکھیں اور کیفیت عذاب معلوم کریں تو ان سے ابلیس بصورت ایک پیر مرد کے ملا آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو اس نے جواب دیا شہر نینوی سے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ آج وہاں کے باشندوں پر کیا گزری اس نے کہا کہ یونسؑ نے ہم کو وقوع عذاب کی خبر دی تھی سو کچھ ظہور میں نہیں آیا۔ ہم کو معلوم ہو گیا کہ وہ کاذب تھے۔ یہ سن کر حضرت یونسؑ غصہ ہوئے اور کہا کہ میں ایسی قوم میں جانا نہیں چاہتا جو مجھے جھوٹا جانتی ہے۔ اور حضرت کے ساتھ آپ کی زوجہ اور دو بیٹے تھے۔ جب آپ دجلہ کے کنارے پہنچے تو آپ پہلے بڑے بیٹے کو دریا پار اتر آئے بعد ازاں چھوٹے لڑکے کو لینے آیا اور جب اسکو لیکر دجلہ کے منجدھار میں پہنچے تو پانی زیادہ ہو گیا اور وہ لڑکا غرقاب ہو گیا۔ اور بڑے لڑکے کو جس کو پار اتار آئے تھے بھیڑیا لے بھاگا۔ حضرت پانی سے نکل کر لڑکے کو بھیڑیے سے چھوڑانے کو دوڑے۔ سو بھیڑیا بحکم الٰہی بولا کہ اے یونسؑ تو واپس جا۔ لڑکا نہیں چھوٹے گا۔ پھر واپس آئے تو اپنی زوجہ کو وہاں نہ پایا تو آپ سخت غمگین ہوئے اور رونے لگے ناچار وہاں سے چل پڑے اور سمندر تک پہنچ گئے وہاں ایک کشتی تیار پار جانے کو دیکھی۔ اہل کشتی نے آپ پر رحم کیا اور سوار کر لیا۔ جب کشتی نے کسی قدر فاصلہ طے کیا تو ہوا کہ طوفان اٹھا جس سے قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے۔ کشتی والے جمع ہوئے اور کہا کہ کشتی میں کوئی خطا کار شخص ہے یہ سُن کر حضرت یونسؑ نے کہا کہ کشتی میں ایک غلام ہے جو اپنے مالک سے بھاگا ہے جب تک تم اس کو دریا میں نہ ڈال دو گے نجات نہ پاؤ گے۔ اسی اثنا میں ایک بڑی مچھلی نمودار ہوئی کہ اس کا منہ کشتی کی طرف تھا اور ارادہ کرتی تھی کہ سب کشتی کو نگل جائے۔ حضرت یونسؑ نے کہا کہ یہ سب بلائیں تم پر میرے سبب سے ہیں مجکو دریا میں ڈالدو تم چین سے ہو جاؤ گے ان لوگوں نے کہا کہ یہ امر بے قرعہ ڈالے طے نہیں ہو سکتا البتہ جس پر قرعہ آوے گا اس کو دریا میں ڈالدیا جائے گا۔ یہ کہکر انہوں نے تین بار قرعہ ڈالا اور ہر دفعہ حضرت یونسؑ ہی کا نام نکلا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فساہم فکان من المدحضین ای مغلوبین۔ ناچار ان کو دریا میں ڈالدیا اور فوراً ان کو ایک بڑی مچھلی نگل گئی۔ اور یہ وقت آدھی رات کا تھا۔ پس وہ تین تاریکیوں سے مبتلا تھے۔ ایک تاریکی شب کی۔ دوسری دریا کی۔ تیسری شکم ماہی کی۔ پس حضرت یونسؑ نے ان تین تاریکیوں میں سے اپنے رب کو پکارا بایں کلمات۔ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین۔ یعنی تیرے سوا کوئی معبود نہیں بیشک میں ظالموں میں ہوں۔ اور خداوند تعالیٰ کا ماہی کو حکم ہوا کہ یونسؑ کو محفوظ رکھ کہ یہ تیری غذا نہیں بلکہ تیرا شکم ان کا قید خانہ۔ حضرت یونسؑ بطن حوت میں بروایت صحیح چالیس روز رہے اور جب وہ ماہی گھومتے گھومتے اس جگہ پہنچی جہاں ان کو اپنا لقمہ بنایا تھا۔ تو ساحل پر پہنچکر ان کو اگل دیا اس وقت آپ کا حال اس

بچے بے بال و پر کی مانند تھا جو انڈے سے نکلتا ہے۔ یعنی محض مضغۂ گوشت تھے تو خداوند جل شانہ نے اُن کی آسائش کیلئے اسی وقت کدو پیدا کر دیا۔ اور جس روز حضرت شکم ماہی سے برآمد ہوئے سات تاریخ محرم کی تھی۔ پھر خدا نے ایک آہو مادہ کو حکم دیا کہ وہ اپنا دودھ پلانے لگی۔ اور اسی طرح چالیس روز دودھ پیکر فی الجملہ قوت ہو گئی۔ ایک روز جو خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ درخت کدو خشک ہو گیا ہے۔ اور ہرنی چلی گئی یہ کہکر آپ مغموم ہوئے اور رونے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی اُن پر اس مضمون کی بھیجی کہ تم ایک ہرنی کے غائب ہو جانے سے جو تمھاری پیدا کی نہ تھی اور ایک درخت کدو کے جاتے رہنے سے جس کو تم نے نہیں بویا تھا روتے ہو اور لاکھ آدمیوں بلکہ زائد کی ہلاکت پر جو اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہیں تم کو رونا نہ آیا۔ بعد ازاں ایک فرشتہ دو حلے لایا اور ان کو پہنائے اور کہا کہ اے یونسؑ اپنی قوم میں جا وہ تیرے مشتاق ہیں۔ پس آپ وہاں سے رواں ہوئے اور ایک گاؤں میں پہنچے اور وہاں دیکھا کہ ایک شخص کے ساتھ ایک عورت ہے اور وہ پکار رہا ہے کہ جو شخص اس عورت کو نینوی میں یونسؑ بن متیٰ کے پاس پہنچا دے اس کو سو مثقال زر دیتا ہوں۔ حضرت یونسؑ نے جو دیکھا تو وہ آپ کی زوجہ تھیں۔ حضرت نے اس مرد سے اس عورت کا قصہ دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ یہ عورت دریا کنارے اپنے شوہر کی منتظر بیٹھی تھی۔ وہاں ایک بادشاہ شاہانِ نواحی سے گزرا اور اس کو اپنے ساتھ اپنا گھر لے گیا اور ان کے ساتھ ارادہ بد کیا۔ خدا نے اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں خشک کر دیئے۔ اس نے اس عورت سے درخواست دعائے شفا کی۔ اور کہا آئندہ کبھی ایسا بد ارادہ نہیں کروں گا۔ اس عورت نے دعا کی اور وہ اچھا ہو گیا۔ اس نے اس عورت کو میرے حوالہ کر دیا ہے۔ اور سو مثقال زر خالص کے دیئے کہ اس کو شہر نینوی میں حضرت یونسؑ کے پاس پہنچا دوں۔ حضرت یونسؑ نے کہا کہ میں اس کو پہنچا دوں گا۔ اُس نے آپ کو زر مذکور دیکر عورت سپرد کر دی اس کے بعد آپ دو فرسخ چلے ہوں گے کہ دوسرے گاؤں میں پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص ایک چوپائے پر سوار ہے اور اس کے پیچھے ایک لڑکا بیٹھا ہے۔ حضرت یونسؑ نے جو اسے دیکھا تو وہ آپ کا چھوٹا بیٹا تھا جو ڈوب گیا تھا۔ آپ نے اس سے لے لیا اور گلے لگا کر خوب روئے سوار نے پوچھا کہ تم کون ہو آپ نے کہا کہ میں یونس بن متیٰ ہوں اور یہ میرا بیٹا ہے اس نے لڑکا آپ کا حوالہ کر دیا۔ حضرت یونسؑ نے اس سے لڑکے کا قصہ پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں ماہی گیر ہوں ایک روز میں نے دجلہ میں جال ڈالا اس میں یہ لڑکا آگیا اور وہ زندہ تھا۔ غیب سے آواز آئی کہ اس لڑکے کو اچھی طرح رکھ جب تک تیرے پاس اس کا باپ یونس بن متیٰ آوے تو اس کو دیدینا۔ پس حضرت یونس روانہ ہو کر شہر نینوی کے قریب پہنچے تو وہاں ایک لڑکے کو دیکھا کہ وہ سر راہ بکریاں چرا رہا ہے اور یہ دعا کر رہا ہے کہ الٰہی میرے والد کو میرے پاس پہنچا دے۔ حضرت نے اسے دیکھا تو آپ کا بڑا بیٹا تھا۔ سو دونوں گلے لگ کر بہت روئے پھر کہا کہ اے پدر بزرگوار یہ بکریاں اس گاؤں کے ایک شخص کی ہیں آپ شہر میں میرے ساتھ چلئے کہ بکریاں اس کے حوالے کر دیں۔ سو دونوں گاؤں میں آئے اور ایک بڑے بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اپنے دروازے پر بیٹھا ہے۔

لڑکے نے اس سے کہدیا کہ یہ میرا پدر ہے وہ اٹھا اور حضرت کے ہاتھ چومنے لگا۔ حضرت یونسؑ نے پیر مرد سے کہا کہ تم کو اس لڑکے کے قصہ معلوم ہے اس نے کہا ہاں۔ میں ان بکریوں کو چرا رہا تھا میں نے دیکھا کہ یہ ایک لڑکا بھیڑیئے کی کمر پر سوار ہے اس درندے نے اس لڑکے کو میرے روبرو اپنی کمر سے ڈالدیا اور باذن اللہ بولا کہ اے چرواہے اس لڑکے کو بحفاظت تمام رکھ جب یونس بن متیٰ آوے اس کے سپرد کر دیجیو کہ یہ اس کا فرزند ہے بعد ازاں حضرت یونسؑ وہاں سے چل پڑے راہ میں ان کو ایک چرواہا بکریاں چلاتا ملا۔ آپنے اس سے دودھ مانگا اس نے کہا کہ جب سے ہمارے نبی یونسؑ ہم سے غائب ہوئے ہیں ہم نے دودھ نہیں چکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا ایک بھیڑ میرے پاس لے آؤ وہ لایا آپ نے اس کی پستان کو ہاتھ لگایا وہ باذن اللہ دودھ اتار لائی آپ نے اسے دوہا۔ یہ دیکھ کر چرواہا تعجب میں آگیا اور کہا کہ اگر حضرت یونسؑ زندہ ہیں تو وہ تم ہی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں ہی یونس ہوں وہ یہ سنکر آپ کے قدموں پر گر پڑا اور چومنے لگا۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ تو ابھی شہر میں جا اور ان کو میرے دیکھنے کی خبر دے اس نے کہا کہ یا حضرت وہ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے۔ آپنے فرمایا یہ بکریاں اپنے ساتھ لیجا۔ یہ تیرے قول کی گواہی دیں گی۔ آخر چرواہا بکریاں لے کر وہاں سے چلا اور جب وسط شہر میں پہنچا تو بآواز بلند کہا کہ لوگو! خوش ہو جاؤ کہ ہمارے نبی یونسؑ واپس آگئے اور میں ان کو دیکھ کر آیا ہوں۔ لوگوں نے اسے جھٹلایا تو اس نے کہا کہ میں سچا ہوں اور یہ بکریاں میری گواہ ہیں۔ سو بکریاں باذن اللہ اس کی گواہی دینے لگیں۔ لوگوں نے تعجب کیا۔ پھر یہ خبر وہاں کے بادشاہ کو پہنچی وہ فوراً تخت سے اترا اور اس کے ساتھ تمام اہلِ شہر سوار ہوئے اور جا کر دیکھا کہ حضرت یونسؑ تشریف رکھتے ہیں۔ آپ ان کو دیکھ بہت روئے آخر حضرت کو لوگ شہر میں لے گئے اور بادشاہ نے آپ کو تخت پر بٹھایا۔ اور آپ خادمانہ آگے کھڑا ہوا۔ اور اہل شہر بہت خوش ہوئے۔ پھر حضرت ان میں ایک عرصہ تک مقیم رہے اور امر بالمعروف اور منہیات سے منع کرتے رہے یہاں تک کہ وہ بادشاہ مر گیا۔ آپ نے اس چرواہے کے لڑکے کو بلا کر بادشاہ کر دیا۔ ہکذا فی اخبار الدول و آثار الاول۔

الفصل الخامس فی ذکر یمن دعوتہ صلی اللہ علیہ وسلم

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً	لہ	تَمْشِیْ اِلَیْہِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمِ

لہ لدعوۃ ای لاجل دعوتہ او وقت دعوتہ۔ وذکر الاشجار بصیغۃ الجمع بناءً علی تعدد الواقعۃ او الشجرتین جارتا معاً عندہ وارادبساجدۃ خاشعین خاضعین واضعین رؤس الاغصان علی الارض کہیئۃ الساجد۔ **ترجمہ** جب آپ نے درختوں کو بلایا تو وہ اپنی شاخیں جھکائے ہوئے مثل سجدہ کرنے والے کے ایسے حال میں حاضر ہوئے کہ وہ اپنے تنوں پر بلا قدم چلتے تھے۔ اس شعر میں ایک بڑے معجزہ کا ذکر ہے جو متعدد دفعہ ظاہر ہوا ہے۔ اور اس باب میں روایات بکثرت ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ آپ قضائے حاجت کیلئے ایک میدان میں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ تھے میدان میں کوئی آڑ نہ تھی۔ لہذا آپنے جناب امیر سے فرمایا کہ وہ دو درخت جو کھڑے ہیں ان کو بلا لاؤ۔ حضرت امیر گئے اور درختوں سے کہا کہ تم کو حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں وہ فوراً زمین کو چیرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور دونوں مل گئے جن سے پردہ کی غرض حاصل ہو گئی جب آپ فارغ ہو گئے تو حکم دیا کہ اپنے اپنے مقام پر چلے جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس ایک معجزے میں چند معجزے ہیں۔ اول نباتات کا فہم خطاب۔ دوم مثل حیوان کے رفتار۔ رسوم ادائے شہادت رسالت جیسا کہ اور روایات میں مذکور ہے۔

كَاَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِمَا كَتَبَتْ	لہ	فُرُوْعُهَا مِنْ بَدِيْعِ الْخَطِّ فِي اللَّقَمِ
مِثْلَ الْغَمَامَةِ اَنّٰى سَارَ سَائِرَةً	کہ	تَقِيْهِ حَرَّ وَطِيْسٍ لِلْهَجِيْرِ حَمِيْ

لہ السطر الصف من الشیٔ۔ واللقم بالفتح وسط الطریق۔ وفی بعض النسخ بالقلم **ترجمہ** درختہائے مذکورہ حسب طلب حضرت ایسے سیدھے اپنی شاخوں سمیت زمین سے ملے ہوئے آتے تھے گویا ایک سیدھی سطر اپنی راہ میں لکھتے آتے تھے۔ کہ بالرفع خبر مبتداء محذوف ای مجیئی الاشجار مثل سیر الغمامۃ وبالنصب صفۃ مصدر محذوف ای مجیئا مثل مجیئی الغمامۃ فی الانقیاد والقیام بوظائف الخدمۃ وانی بمعنی کیف ای ماشیا او راکبا سریعا او بطیئا وسائرۃ بالنصب حال من الغمامۃ۔ الوطیس التنور۔ والہجیر ای وقت الہاجرۃ وہی نصف النہار۔ وحمی فعل ماض فاعلہ الضمیر الراجع الی وطیس اسکن الیاء للضرورۃ وہو من الحمی بمعنی سخت گرم شدن روز و تنور۔ **ترجمہ** وہ درخت مطیعانہ آپ کے پاس ایسے آئے جیسا ابر پارہ سر مبارک پر رہتا تھا واسطے بچانے سخت گرمی دوپہر کے جو مثل تنور گرم کے تھی جہاں آپ تشریف لیجاتے تھے اور جس طرح سوار یا پیادہ بہ تیز رفتاری یا نرم رفتاری خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی خدمت کیلئے جملہ اشیاء عالم علوی یا سفلی حاضر تھیں اور آپ کے ہر طرح تابع فرمان۔

اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ اِنَّ لَهٗ	۵۰	مِنْ قَلْبِهٖ نِسْبَةً مَبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ

۵۰ الباء متعلقة باقسمت فیکون المقسم بہ القمر۔ والغرض من القسم فی ھذا المقام وامثالہ مما یقسم فیہ بغیر اللہ تعالٰی تاکید مضمون الکلام وترویجہ ولیس المراد الیمین المشروعی حتی یرد علیہ ان الحلف بغیر اسم اللہ تعالٰی وصفاتہ منہی عنہ وان لجواب القسم۔ ومبرورۃ صادقۃ۔ **ترجمہ:۔** میں ماہ شگافتہ شدہ کی سچی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بیشک اس کو آپ کے قلب مبارک سے ایک نسبت و ربط ہے۔ اور جو اس مناسبت کی قسم کھاوے وہ سچا ہے۔ اور یہ مناسبت بوجوہ متعددہ ہے اول انشقاق قلب مبارک و قمر اور پھر التیام میں جس کا بیان عنقریب آتا ہے۔ دوم نورانیت و نزاہت میں۔ سوم جیسا قمر نور شمس سے مستفیض ہوکر شب تاریک کو روشن کر دیتا ہے۔ ایسا ہی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم مبدء فیاض سے استفادۂ نور فرما کر دلہائے تاریک کو روشن فرماتے ہیں۔ چہارم سرعت سیر قطع مقامات عالیہ میں اور معجزہ شق قمر کو ایک کثیر جماعت صحابۂ کرام نے نقل کیا ہے اور مفسرین کا اجماع ہے کہ آیت اقتربت الساعۃ وانشق القمر میں یہی معجزہ شق القمر مراد ہے۔ بدلیل وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر کے۔ اور صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ اہل مکہ ابوجہل و دیگر کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ طلب کیا۔ پس آپ نے انگشت مبارک سے قمر کی طرف اشارہ کیا اور فوراً اس کے دو ٹکڑے ہوگئے اور کوہ حرا کو ان دونوں کے بیچ میں دیکھا۔ یہ حال دیکھ کر کفار کہنے لگے کہ ابتک آپ کا سحر زمین پر تھا اب آسمان تک جا پہنچا۔ ملاحدہ کہتے ہیں کہ اگر واقع میں معجزہ ظہور میں آتا تو اس کو خواص عوام دیکھتے اور سب کی تواریخ میں منقول ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معاملہ بوقت شب ایک لحظہ سے زیادہ میں واقع نہیں ہوا اور یہ وقت خواب غفلت کا ہوتا ہے۔ اور یہ امر بعید ہے کہ اس وقت تمام خلق کی نظر چاند کی طرف ہو۔ اور یہ بھی امر واقعی ہے کہ چاند ایک ہی بار تمام روئے زمین کو منور نہیں کرتا بلکہ جب حرکت کرتا ہوا کسی قطعۂ زمین کے مقابل ہو جاتا ہے۔ صرف وہی قطعہ روشن ہو جاتا ہے ایسا ہی خسوف کا حال ہے کہ کہیں معلوم ہوتا ہے اور کہیں نہیں۔ علاوہ ازیں روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ جو مسافر قرب و جوار سے آئے انہوں نے شق قمر کی تصدیق کی۔ اور جب یہ خبر سامری حاکم ملیبار کو زبانی تاجران عرب کے پہنچی تو اس نے کہا کہ اگر میرے بزرگوں کے روزنامچہ میں یہ خبر لکھی ہوگی تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ چنانچہ روزنامچہ مذکور میں نکلا کہ فلاں تاریخ میں بعض معتبرین ملیبار نے چاند کو دو پارہ ہوتا دیکھا چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا۔ اور قصۂ شق سینۂ مبارک یہ ہے کہ یہ امر چند بار واقع ہوا ہے ایک دفعہ تو اس وقت جب حضرت دائی حلیمہؓ کے پاس خورد سالی میں تشریف رکھتے تھے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرا رہے تھے۔ دفعۃً آپ کا رضاعی بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہا میرے بھائی قریشی کے پاس دو شخص آئے سفید لباس انھوں نے اس کو لٹایا اور ان کا شکم مبارک چاک کیا۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

وَمَا حَوَى الْغَارُ مِنْ خَيْرٍ وَّمِنْ كَرَمٍ	۵۱	وَكُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِيْ
فَالصِّدْقُ فِي الْغَارِ وَالصِّدِّيْقُ لَمْ يَرِمَا	۵۲	وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِمِ

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ یہ خبر سنکر میں اور ان کا پدر رضاعی دوڑ کر ان کے پاس گئے اور ان کو متغیر اللون کھڑا ہوا دیکھا۔ ان کے باپ نے ان کو اپنے گلے لگا لیا اور پوچھا کہ بیٹا تمھارا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس دو شخص سفید پوش آئے اور مجکو لٹا کر میرا شکم چاک کیا اور اس میں سے کچھ نکال کر پھینکدیا۔ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبریلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ایسے وقت میں کہ وہ لڑکوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ سو جبریلؑ نے آپ کو لٹایا اور آپ کا شکم چاک کرکے آپ کا دل نکال لیا۔ اور اس میں سے پارۂ خون سینہ نکالا اور کہا کہ یہ نصیب شیطان کا ہے۔ پھر آپ کے دل کو ایک طاش زریں میں آب زمزم سے دھویا پھر اس کو اس کی جگہ پر رکھدیا اور شگاف شکم ملا دیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نشان دوخت آپ کے سینے پر دیکھتا تھا۔ اس چاک کی غرض یہ تھی کہ آپ ایام طفولیت سے معصوم اور وساوس شیطان سے محفوظ رہیں۔ دوسری دفعہ قریب زمانہ بعثت شریف کے کہ ابونعیم نے دلائل میں نقل کیا ہے۔ اس شق میں غرض مزید کرامت تھی تاکہ آپ کا دل ماسوا کے تعلق سے پاک ہو جاوے اور اثقال وحی کا متحمل ہو سکے۔ تیسری دفعہ شب معراج میں جو صحیحین میں مذکور ہے تاکہ قلب اقدس قوت سیر عالم ملکوت و طاقت معائنہ تجلیات حاصل کرے ——

(متعلق صفحۂ ہذا) ۵۱ عطف علی القمر۔ وحواہ احاطہ بہ۔ والمراد بالغار نقب فی اعلٰی ثور وھو جبل فی عین مکۃ علٰی سیرۃ ساعۃ ومن بیان لما وتنوین خیر وکرم للتفخیم۔ والمراد بخیر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والمراد بکرم الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ وجعلہا خیرا کرما مبالغۃ فی ہذہ الاوصاف وجعل الصدیق رضی اللہ عنہ کرما لانہ تعالٰی قال فی حقہ وسیجنبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی والاتقی الاکرم لقولہ تعالٰی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ والواو فی کل طرف للحال۔ وعمی یجوز ان یکون ماضیا او صفۃ۔ **ترجمہ** اور میں قسم کھاتا ہوں ان خیر و کرم کی جن کو غار جبل ثور نے جمع کیا تھا یعنی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر یار غار کی۔ میں قسم کھاتا ہوں جبکہ وہ غار مذکور میں مخفی طور پر رونق افروز ہوئے ایسے حال میں کہ ہر چشم کفار کی آپ کی دیدار شریف سے اندھی تھی باوجودیکہ وہ بینا تھے اور سب اشیاء کو دیکھتے تھے۔ ۵۲ الفاء للتفریع۔ والصدق النبی صلی اللہ علیہ وسلم سماہ صدقا لفرط صدقہ فی اقوالہ وافعالہ کانہ نفس الصدق کما فی القرآن ہدی للمتقین وھو مبتدء وفی الغار خبرہ والصدیق خبرہ محذوف ای فی الغار۔ ولم یرما حال منہما ولم یرما من ورم جلدہ اذ انتفخ۔ او من ورم انفہ اذا غضب لان الغضبان ینتفخ انفہ او من رامہ یریمہ برحہ وجاوزہ واصلہ لم یریما مثل لم یبیعا فحذف الیاء علی خلاف القیاس لضرورۃ الشعر وہذا المعنی ہو المناسب للمصراع الثانی۔ او من الروم بکسر الہمزۃ یقال رئم الشیٔ رای احبہ والف واصلہ علی ہذا لم یرئما فحذف الہمزۃ عملا علی قاعدۃ یسل فالمعنی علی الاول۔ (باقی برصفحۂ آئندہ)

ظَنُّوا الحَمَامَ وَظَنُّوا العَنْكَبُوتَ عَلٰى	۵۱	خَيْرِ البَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ
وِقَايَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ	۵۲	مِنَ الدُّرُوعِ وَعَنْ عَالٍ مِنَ الاُطُمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) لم يتغير حالهما باستشعار الخوف وعلى الثانى لم يغضبا ولم يضطر بالكمال تمكينهما وصدق يقينهما بحماية الله تعالى وعلى الثالث ما برح من مكانهما وزعم الكفار انهما ليسا فى الغار وعلى الرابع ما انفاد ما استانسا فى مثل هذا المحل الخوف الهائل بغير الله تعالى شانه بل اعتمدا على حفظه وحراسته وقرء بعضهم لم يُريا على صيغة المجهول من الروية وهو خلاف الرواية من الناظم ويقال ما فى الدار اريم وارم اى احد۔ **ترجمہ** پس جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو مجسم صدق تھے اور حضرت صدیق جو عین کرم تھے غار میں موجود رہے اور وہاں سے کہیں نہیں گئے تھے یا جو راضی بقضا تھے یا جو مانوس بالطاف الٰہی تھے اور کفار کہتے تھے کہ غار میں کوئی بھی نہیں۔ (متعلقہ صفحہ ہذا) **۵۱** علة لعدم رويتهم۔ والحمام جمع بی کل ذات اطواق من الطير ولم تحم بمعنى لم تدر من الدوران۔ **ترجمہ:** ظاہری وجہ ان کے نہ دیکھنے کی یہ ہوئی کہ انھوں نے گمان کیا کہ کبوتر اشرف المخلوقات کے گرد نہیں پھرے اور انھوں نے انڈے نہیں دیئے اور مکڑی نے آپ پر جالا نہیں تنا یعنی انہوں نے یہ خیال کیا کہ غار میں آپ تشریف نہیں رکھتے اور کبوتروں نے آپ کی خدمت کے لئے انڈے نہیں دیئے اور مکڑی نے شرف اور اپنی نیکنامی حاصل کرنے کیواسطے آپ پر جالا نہیں تنا اس لئے وہ دیدار مبارک سے محروم رہے۔ ایزد سبحانہ کی عجیب شان ہے ضعیف ترین مخلوق سے قوی تر کام لیتا ہے پس حضرت کیلئے بیضۂ کبوتر بروج مشید بن گئے اور تار عنکبوت جو کمزوری میں ضرب المثل ہے ایک مستحکم قلعہ ہو گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بخوف کفار پہرہ چوکی دیتے تھے یہانتک کہ آیت واللہ یعصمک من الناس نازل ہوئی اس وقت حضرت نے قبہ شریف سے جس میں تشریف رکھتے تھے سر مبارک باہر نکالا اور فرمایا کہ لوگو اپنے گھر چلے جاؤ خداوند تعالیٰ میری حفاظت کا کفیل ہو گیا۔ اسی روایت کی طرف ناظم قدس سرہ اس اگلے شعر میں اشارہ کرتے ہیں **۵۲** الوقاية الحفظ والعصمة والمضاعفة فى النسج او فى اللبس ومن فى الموضعين للبيان والاطم جمع اطمة وهى الحصن **ترجمہ:** خداوند تعالیٰ کی حمایت وحفاظت نے آپ کو دوہری بنی ہوئی زرہ یا اوپر تلے دو زرہوں کے پہننے سے اور بلند قلعوں میں پناہ گیر ہونے سے بے پروا کر دیا تھا۔ اور خلاصہ قصہ ہجرت شریف کا جس کی طرف ان اشعار میں اشارہ ہے یہ ہے کہ جب قریش کو حال اسلام بعض انصار معلوم ہوا تو وہ مسلمانان مکہ معظمہ کے ستانے میں نہایت کوشش کرنے لگے اور طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ مدینہ شریفہ میں ہجرت کر کے چلے جاویں۔ چنانچہ اکثر اصحاب ہجرت کر گئے اور آپ حکم الٰہی کے منتظر رہے اور آپ کے پاس مکہ میں صرف جناب علی مرتضیٰ و حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما رہ گئے۔ جب قریش نے یہ دیکھا تو ان کو حضرت رسالتمآب صلعم

کی ہجرت کا خوف ہوا کہ مبادا یہ بھی ہاتھوں سے نکل جاویں اور مدینہ میں جا کر ارادۂ جنگ فرماویں تو یہ سوچ کر وہ سب دار الندوہ میں جو ان کے مشوروں کی جگہ تھی جمع ہوئے اور آپ کے باب میں مشورہ کرنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے۔ اس وقت ان کا گرو گھنٹال شیطان رجیم بھی ایک پیرمرد کی صورت میں شریک ہوا اور کہا کہ میں نجد کا رہنے والا ہوں۔ تمھارے مشورے کی خبر سن کر حاضر ہوا ہوں اور امید ہے کہ تم میری رائے اس معاملہ میں پسند کرو گے آخر سب رؤسا قریش کے روبرو یہ امر پیش ہوا اور کہا گیا کہ اس مرد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معاملہ ابتک ہوا اس کو تم خوب جانتے ہو اور اب یہ خوف ہے کہ مکہ سے باہر جا کر اپنے اتباع کو لیکر ہم پر حملہ کریں اس باب میں باتفاق مشورہ ہونا چاہیے اس پر بعض اشخاص بولے کہ ان کو لوہے کی بیڑیاں ڈالکر ایک گھر میں ڈال دو کہ وہ بھوکے پیاسے مر جاویں جیسا پہلے شاعروں کا حال ہوا ہے۔ اس پر شیخ نجدی بولا کہ یہ رائے تمھاری درست نہیں ہے اگر تم ان کو قید کرو گے تو یہ خبر ان کے اصحاب کو پہنچے گی اور بعید نہیں ہے کہ وہ حملہ کر کے ان کو تم سے چھڑا لیجاویں اور بعض نے کہا کہ آپ کو مکہ سے جلاوطن کر دو اور اس کی پرواہ مت کرو کہ وہ کہاں جاویں گے شیخ نجدی بولا کہ کیا تم نے ان کی شیریں گفتار اور مزیدار باتیں نہیں سنیں پس اگر تم نے ان کو چھوڑ دیا تو وہ عرب کے کسی قبیلہ میں جاویں گے اور سحر بیانی سے ان کو اپنا تابعدار کر لیں گے اور ان کو لیکر تم پر چڑھ آویں گے اور سب کو تہ و بالا کر دیں گے۔ اس پر ابوجہل بولا کہ میری تو یہ رائے ہے کہ قبیلہ قریش سے ایک ایک عالی نسب لیا جائے اور ہر شخص کو ایک تلوار دیجائے وہ سب جا کر حضرت پر ایک ہی بار اپنی تلواریں چھوڑیں۔ اور ان کو قتل کر دیں جب سب مل کر یہ کام کریں گے تو قبیلہ عبد مناف اپنی سب قوم سے جنگ نہیں کر سکے گا اور آخر دیت لینے پر راضی ہو جائے گا۔ یہ سن کر شیخ نجدی بولا کہ عمدہ رائے یہ ہے جو ابوجہل نے کہی۔ غرض اس رائے پر اتفاق کر کے متفرق ہو گئے اس وقت جبریل آئے اور آپ سے عرض کیا کہ آج آپ اپنے بستر پر نہ سونا۔ جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو وہ لوگ آپ کے دروازہ پر جمع ہوئے اس ارادہ سے کہ جب آپ خواب راحت میں ہوں گے تو سب ملکر آپ کو قتل کر دیں گے آپ نے جناب امیر نفسی فداہ کو فرمایا کہ میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو تم کو کوئی تکلیف پیش نہ آوے گی اور یہ بھی ارشاد کیا کہ جو لوگوں کی امانتیں وغیرہ میرے پاس ہیں تم ان کو ادا کر دینا یہ کہکر آپ دولتخانے سے باہر نکلے اور ایک مٹھی مٹی کی لیکر ان کے سروں پر پھینکدی اس وقت آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ یٰس والقرآن الحکیم تا فہم لا یبصرون۔ الغرض خداوند تعالیٰ نے سب کو اندھا کر دیا کسی کو آپ نظر نہ آئے۔ بعد اس کے ایک آنے والے نے ان سے پوچھا کہ تم کس کے منتظر ہو انھوں نے حضرت کا اسم مبارک لیا اس نے کہا کہ خدا نے تم کو ناکامیاب کیا وہ تمھارے پاس کو نکل کر چلے گئے اور تمھارے سروں پر مٹی پھینک گئے۔ انھوں نے اپنے سروں پر جو ہاتھ رکھ کر دیکھا تو واقعی ان پر مٹی تھی۔ اور جب وہ دیکھتے تھے تو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو حضرت کی چادر اوڑھے ہوئے سوتا دیکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ حضرت رسالتمآب آرام میں ہیں۔ غرض ان کا حال یہ ہی رہا یہانتک کہ صبح ہو گئی اور جناب امیر بستر سے اٹھے اور انہوں نے آپکو شناخت کیا۔

اور اسی باب میں یہ آیت نازل ہوئی واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک الآیۃ۔ ان لوگوں نے حضرت علی رضؓ سے دریافت کیا کہ حضرت کہاں گئے۔ آپ نے فرمایا مجکو معلوم نہیں ہے تم نے ان نکالدیا سو وہ نکل گئے۔ اس پر کفار جناب امیر کو مارنے لگے اور ان کو حرم سے لے گئے اور کچھ دیر قید رکھ کر چھوڑ دیا۔ اور جناب امیر حسب الحکم واسطے ادائے امانات کے ٹھیر گئے۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صبح کو یا شام کو حضرت صدیق رضؓ کے گھر تشریف لائے تھے مگر جس روز آپ کو ہجرت کا حکم ہوا آپ عین دوپہر کو ہمارے گھر رونق افروز ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے دیکھ کر کہا کہ آپ کو اس وقت تشریف لانا کسی قوی باعث کے سبب ہے۔ آپ آکر تخت پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جو انسان اس وقت تمھارے پاس ہے اس کو علیحدہ کردو آپ نے عرض کیا کہ یہاں اس وقت میری صرف دو دختر ہیں۔ بتلائیے کیا ارشاد ہے فرمایا کہ مجکو حکم ہجرت کا آگیا ہے۔ صدیق رضؓ نے عرض کیا کہ کیا آپ مجکو بھی اپنے ساتھ رکھیئے گا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ سنکر حضرت صدیق رضؓ غایت خوشی کے سبب رونے لگے۔ پس عبد اللہ بن اریقط کو جو مشرک تھا رہبری کیلئے مقرر فرمایا۔ اور آپ کی ہجرت کے ارادہ کو سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور ان کے عیال کے اور سوائے حضرت علی مرتضیٰ کے کسی نے نہیں جانا۔ حضرت علی رضؓ تو ادائے امانات کے لئے ٹھیر گئے اور ان کو حکم دیا کہ بعد ادائے اس خدمت کے مدینہ آجانا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر ایک کھڑکی کی راہ سے جو پس پشت مکان حضرت صدیق کے تھی برآمد ہوئے اور جبل ثور کے غار کا قصد فرمایا اور حضرت ابو بکر نے اپنے فرزند عبد اللہ کو فرمایا کہ تم دن بھر مکہ میں خبریں سنا کرو اور رات کو ہم سے کہہ جایا کرو اور اپنے آزاد غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ تم دن بھر ہماری بکریاں چرایا کرو اور پھر شام کو ہمارے پاس لے آیا کرو اور حضرت اسماء دختر حضرت صدیق رضؓ شام کو کھانا غار میں لاتی تھیں اور حضرت عبد اللہ بن ابی بکر جب غار سے واپس آتے تھے تو نشان بکریوں کے پاؤں کے مٹا دیتے تھے۔ اور دونوں حضرات نے تین روز تک غار مذکور میں تشریف رکھی۔ جب اول روز ہر دو بزرگوار یعنی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے یار غار اس کے دروازے پر پہنچے تو اول بنظر مزید حفاظت حضرت کی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اس میں جتنے سوراخ تھے اپنی چادر کے پاروں سے بند کر دیئے اور ایک سوراخ باقیماندہ میں اپنا پائے مبارک اڑا دیا۔ جناب نبوی اس وقت غار میں تشریف لائے اور حضرت صدیق کے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ اس سوراخ میں سے جس میں حضرت صدیق رضؓ نے اپنا پاؤں رکھا تھا ایک سانپ اپنا پاؤں میں بار بار کاٹتا تھا اور آپ بخیال اس امر کے کہ حضرت کی نیند میں خلل نہ پڑے کچھ جنبش نہیں کرتے تھے۔ آخر بسبب شدت درد حضرت صدیق رضؓ کے اشک نکل کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک پر گرے اور آپ نے بیدار ہو کر استفسار حال فرمایا۔ حضرت صدیق رضؓ نے کیفیت سانپ کے کاٹنے کی عرض کی۔ آپ نے دست مبارک سے آب دہن اس جگہ ملدیا فوراً تکلیف دفع ہوگئی۔ الغرض جب آپ غار میں داخل ہو گئے تو بامر خداوندی

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) ببول کا درخت وہاں اسی وقت جم گیا اور کبوتروں کے ایک جوڑے نے وہاں آشیانہ بنا کر انڈے دیئے اور مکڑی نے وہاں جالا تن دیا۔ کہتے ہیں کہ کبوتران حرم محترم اسی جوڑے کی نسل سے ہیں کہ ببرکت دعائے حضرت نبوی تا قیام قیامت صدمۂ شکاریاں سے محفوظ ہیں اور مکڑی کے مارنے کی بھی ممانعت ہوگئی۔ آخر کفار قریش تلاش کرتے کرتے در غار پر پہنچے اور کیفیت حال دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر آپ اس غار جاتے تو کبوتروں کے انڈے ٹوٹ جاتے اور مکڑی کا جالا خراب ہو جاتا۔ اور یہ ببول کا درخت تو حضرت کی پیدائش سے پہلے کا ہے ناچار ناکام واپس ہو گئے۔ الحاصل بعد گذر جانے تین روز کے اور فرو ہو جانے جستجوئے کفار کے عبد اللہ اجیر مذکور دو شتر در غار پر لایا۔ چنانچہ ایک پر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور حضرت صدیق رضؓ کو اپنا ردیف کر لیا۔ اور دوسرے پر عامر بن فہیرہ اور عبد اللہ اجیر سوار ہوئے اور تمام شب اور دوسرے روز ظہر تک سفر کیا اور قریش نے اشتہار دیدیا کہ جو حضرت کو لے آوے اس کو سو شتر مادہ دیں گے۔ یہ سن کر سراقہ بن مالک آپ کی تلاش میں جلد دوڑا اور آپ کو ایک سخت زمین پر آلیا۔ حضرت صدیق رضؓ نے دیکھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا متلاشی آپہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ غمگین مت ہو ہمارے ساتھ خداوند تعالیٰ ہے پس سراقہ کا گھوڑا شکم تلک زمین میں اتر گیا اور زمین سے دھواں نکلنے لگا تو بولا اے جناب آپ میری خلاصی کیلئے دعا کیجئے اور میں اس کا ذمہ کرتا ہوں کہ جو کوئی اور آپ کی تلاش میں آوے گا اس کا لوٹا لیجاؤں گا۔ آپ نے دعا کی اس کا گھوڑا زمین سے نکل آیا۔ پھر اس نے بطمع انعام آپ کا تعاقب کیا پھر آپ کی بددعا سے اس کے گھوڑے کے پاؤں پہلے سے زیادہ زمین میں دھنس گئے اس نے کہا کہ یا حضرت مجکو خوب معلوم ہو گیا کہ میرے گھوڑے کا دھسنا صرف آپ کی بددعا سے ہے۔ اب پھر میری خلاصی کی دعا کیجیے اور میں اب خداوند تعالیٰ کو ضامن دیتا ہوں کہ سب تعاقب کرنے والوں کو لوٹا لیجاؤں۔ سو آپ کی دعا سے پھر اس کو نجات ہوگئی۔ بعد ازاں وہ حضرت کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ میرے ترکش کا تیر لیجئے اور میرے شتر فلاں مکان میں چر رہے ہیں ان میں سے جس قدر آپ چاہیں لے لیویں۔ آپ نے فرمایا کہ مجکو تیرے شتروں کی حاجت نہیں جب وہ لوٹنے لگا تو آپ نے فرمایا اے سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے جائینگے اس نے عرض کیا کہ کیا کسریٰ بن ہرمز کے آپ نے فرمایا ہاں چنانچہ جب ملک فارس فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن غنیمت میں آئے تو حضرت امیر المؤمنین عمر رضؓ نے وہ کنگن حسب فرمودہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراقہ مذکور کے ہاتھوں میں پہنائے۔ الغرض یہ سنکر سراقہ آپ سے رخصت ہوا اور جو شخص آپ کا متلاشی اس سے ملتا اسے یہ کہکر لوٹا لاتا کہ آپ اس طرف نہیں گئے تمھارے جانے کی کچھ حاجت نہیں۔

مَا سَامَنِی الدَّهْرُ ضَیْمًا وَّاسْتَجَرْتُ بِهٖ	ه١	اِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِّنْهُ لَمْ یُضَمِ
وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَی الدَّارَیْنِ مِنْ یَّدِهٖ	ه٢	اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰی مِنْ خَیْرِ مُسْتَلَمِ
لَا تُنْكِرِ الْوَحْیَ مِنْ رُّؤْیَاهُ اِنَّ لَهٗ	ه٣	قَلْبًا اِذَا نَامَتِ الْعَیْنَانِ لَمْ یَنَمِ
وَذَاكَ حِیْنَ بُلُوْغٍ مِّنْ نُّبُوَّتِهٖ	ه٤	فَلَیْسَ یُنْكَرُ فِیْهِ حَالُ مُحْتَلِمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) پھر آپ مع الخیر مع ہمراہیاں بروز دوشنبہ بارھویں ماہ ربیع الاول کو حوالی مدینہ طیبہ میں پہنچے اور منازل بنی عمر بن عوف میں فروکش ہوئے۔ اللہم صل علے سیدنا محمد وآلہ واصحابہ مہاجریہ وانصارہ آمین۔ واقول لقد اجاد الناظم قدس سرہ حیث اشار الی انواع المعجزات وتصرفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجمادات والنباتات والحیوانات واطاعۃ الارض والاطلاع علی الغیب۔ متعلقہ صفحہ ھذا

ه١ سام کلفہ وآواہ۔ وروی یوما والمراد مطلق الزمان۔ وفی روایۃ ماضامنی ای ظلمنی۔ والواو للحال۔ والاستجار طلب الجوار ای الامان والحمایۃ والرعایۃ ولم یضم صفۃ جوارا۔ **ترجمہ** زمانے نے مجھکو کبھی ظلم کی تکلیف نہیں دی ایسے حال میں کہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طالب امان وحمایت ہوا ہوں مگر کہ میں آپ سے پناہ کے حصول میں کامیاب ہوا جس پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا۔ اور بجہت اسی کے ہے کہ میں مرض فالج سے بتوسل حضرت کے شفایاب ہوا

ه٢ عطف علی سامنی۔ والالتماس الطلب۔ ومن یدہ ای شفاعتہ وبرکتہ واسلمت ای قبلت کما ہو رسم المتادبین عند اخذ الشئ من الکبراء والندی العطاء۔ وخیر مستلم کنایۃ عن یدہ المبارکۃ صلے اللہ علیہ وسلم **ترجمہ** اور میں نے توانگری دنیا وآخرت کے آپ کی دست مبارک سے یعنی بذریعۂ توسل وبرکت آپ کے طلب نہیں کی۔ مگر میں نے اس عطا کو بوسہ دیا جو منجانب بہترین اس ہاتھ کے تھا جس کو بوسہ دیا جاتا ہے یعنی میں نے اس عطائے گرامی کو نہایت تعظیم وتکریم سے قبول کیا۔ خلاصہ ہر دو شعر یہ ہے کہ دفع مصائب وجلب منافع امت مرحومہ کو بتوسل شریف حاصل ہوتا ہے۔ اغنایہ وعدد مناہ

ه٣ من رویاہ حال من الوحی ای الوحی حاصل من رویاہ۔ ومن بمعنی فی نحو اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ۔ وان تعلیل لعدم انکار الوحی۔ **ترجمہ** ای مخاطب تو وحی کے آنے کا آپ کے خواب میں انکار مت کر کیونکہ بیشک آپ کا قلب مبارک ایسا ہے کہ جب آپ کی ہر دو چشم بظاہر خواب میں ہوتی ہیں تو وہ نہیں سوتا اور نہ غافل ہوتا ہے بلکہ وہ ہر حال میں بیدار اور ہوشیار رہتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے اور اسی لئے آپ کا خواب ناقض وضو نہیں تھا یہ بھی آپ کا ایک معجزہ ہے

ه٤ اشارۃ الی الوحی فی الرویا وہو مبتدء وخبرہ الظرف بعدہ ومدۃ بلوغ النبوۃ اربعون سنۃ غالبا جرت بہ السنۃ الالہیہ۔ والمحتلم البالغ من العقل واستعیر للبالغ من النبوۃ۔ **ترجمہ** اور یہ وحی بہنگام خواب اس وقت تھی جب رتبۂ نبوت کے قریب تر پہنچ گئے تھے پس سزاوار نہیں ہے کہ ایسے وقت میں حال خواب بینندہ کا انکار کیا جاوے پس جیسا بالغ بالفعل اگر کہے کہ مجکو احتلام ہوا ہے اس کا انکار نہیں کیا جاتا ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

تَبَارَكَ اللّٰهُ مَا وَحْیٌ بِمُكْتَسَبٍ	ه١	وَلَا نَبِیٌّ عَلٰی غَیْبٍ بِمُتَّهَمِ
كَمْ اَبْرَاَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهٗ	ه٢	وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِّنْ رِّبْقَةِ اللَّمَمِ
وَاَحْیَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَاءَ دَعْوَتُهٗ	ه٣	حَتّٰی حَكَتْ غُرَّةً فِی الْاَعْصُرِ الدُّهُمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ایسا ہی بالغ بمرتبہ نبوت اگر کہے کہ مجکو خواب میں وحی آئی ہے ہرگز قابل انکار نہیں ہے۔ کیونکہ مقتضیات ہر شئی اپنے وقت پر ظہور کرتی ہیں اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ مدت نزول وحی ٢٣ برس تھی منجملہ ان کے ششماہی اول میں وحی خواب میں ہوتی تھی اور جو خواب آپ دیکھتے تھے مثل روز روشن کے بعینہ صادق اور نمایاں ہوتا تھا بعد ازاں حضرت جبریل بیداری میں وحی لانے لگے۔ اور ششماہ نبوت کا تیئیس ٢٣ سال چھیالیسواں حصہ ہے اس لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچا خواب نیک مرد کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ناظم رحمہ اللہ معترض کے اس اعتراض کو دفع کرتا ہے کہ حال خواب حالت غفلت وتعطیل حواس ہے پس جو اس میں دیکھا جاوے وہ ترتب احکام کیلئے کافی نہیں حاصل جواب یہ ہے کہ یہ تمہارا اعتراض اس شخص پر وارد ہو سکتا ہے کہ جس کا دل وحواس بحالت خواب معطل ومنعطل ادراک ہو جاویں اور آپ کا ایسا حال نہ تھا وہاں ہوشیاری خواب وبیداری میں یکساں تھی اور آپ کا قلب مبارک ہر حال میں بیدار رہتا تھا۔ بلکہ بسبب انقطاع کلی ماسوا کے خواب میں توجہ الی اللہ زیادہ تر ہو جاتی تھی۔ اللہم صل وسلم علیہ دائما ابدا۔ (متعلقہ صفحہ ھذا)

ه١ البرکۃ النفع فمعناہ کثیر خیرہ ونفعہ۔ **ترجمہ** خداوند تعالی کی ذات پاک با برکت وکثیر النفع ہے کوئی وحی کسبی نہیں ہے کہ آدمی اپنی سعی وتدبیر سے حاصل کر لے بلکہ یہ وحی ونبوت مولی کی مہر ہے۔ جس کو چاہے عنایت فرما دے اور نہ کوئی نبی درباب اخبار غیب متہم بکذب ہے بلکہ جو حکم خداوندی کسی نبی کو ملتا ہے صرف وہی ظاہر کیا جاتا ہے

ه٢ کم خبریۃ۔ والوصب کالتعب المرض والارب المحتاج والربقۃ محکمۃ الحبل واللمم بالفتحتین الجنون۔ **ترجمہ** آپ کے کف مبارک نے بہت سے مریضوں کو صرف چھو کر اچھا کر دیا۔ اور بہت سے محتاجوں کو قید جنون سے چھڑا دیا ایسے بیماروں اور مجنونوں کی شمار نہیں ہے جو بادنی توجہ حضرت کے شفایاب ہوئے حضرت صدیق کا سانپ کے کاٹنے سے شفا پانا حضرت کے دست مبارک لگا دینے سے اور پرند کور ہو چکا حضرت ابن عباس رضـ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنے چھوٹے بچے کو لئے ہوئے حضرت کے پاس آئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے بیٹے کو جنون ہو گیا ہے جو صبح وشام دورہ کرتا ہے آپ نے دست مبارک اس کے سینہ پر پھیر دیا۔ اس کو ایک قئے ہوئی اس کے شکم مثل خورد سال کتے کے بچوں کے برنگ سیاہ نکل پڑے جو حرکت کرتے تھے اور لڑکا اچھا ہو گیا

ه٣ عطف برئت والسنۃ الشہباء البیضاء التی لانبات بہا لعدم المطر ومراد بہا القحط۔ الغرۃ بالضم بیاض فی جبہۃ الفرس فوق الدرہم وغرۃ کل شئی اولہ واکرمہ۔ والدہم بضمتین جمع ادہم وہو الذی غلب سوادہ۔ وحکت ای شابہت۔ **ترجمہ** اور بارہا سال قحط ناک کو آپ کی دعا نے زندہ کر دیا یعنی اس کی زمین کو ایسا سرسبز وشاداب کر دیا کہ وہ خشک بسبب اپنے تروتازہ ہونے کی (باقی بر ص ۵۲)

بعارضٍ جادَ اَوْخِلتَ البِطَاحَ بِهَا ١ه سَیْبًا مِنَ الیَمِّ اَوْسَیْلاً مِنَ العَرِمِ

الفصل السادس فی ذکر شرف القرآن

دَعْنِی وَوَصْفِی اٰیَاتٍ لَہٗ ظَهَرَتْ ٢ه ظُهُوْرَ نَارِ القِرٰی لَیْلًا عَلٰی عَلَمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اس رونق وخوبی کے مشابہ ہوگیا جو اس زمانہ میں ہوتی ہے جس میں نباتات بسبب شدت سبزی کے مائل بسیاہی ہوجاتے ہیں۔ (متعلق صفحہ ھذا) ١ه الجار متعلق باحیت۔ والعارض السحاب الذی یعترض فی الافق۔ وجاد من الجود بالفتح وہو المطر الغزیر۔ والبطاح جمع الابطح وہو الوادی الوسیع المسیل فیہ دقاق الحصی۔ واو بمعنی الی ان۔ والسیب العطاء والیم البحر۔ والعرم ککتف بندہائے آب۔ او اسم وادٍ او اسم موضع۔ ترجمہ اور یہ دعا سے زمین قحط ناک کا تروتازہ کرنا بذریعہ ابر کے تھا جو بکثرت یہاں تلک برسا کہ تو خیال کرے کہ دریا ٹوٹ کر آگیا ہے یا وادی عرم کی سیل آگئی ہے۔ عرم بفتح اول وکسر ثانی پانی کے آگے بند باندھنے کو کہتے ہیں۔ یا نام اس خاص بند کا ہے جو اہل سبا نے پانی روکنے کیلئے باندھا تھا اور وہ بسبب کفران نعمت اہل سبا ٹوٹ گیا تھا اور ان کی آبادی اور باغوں کو ویران کر دیا تھا۔ اور شعر میں اشارہ ہے طرف اس قصہ کے جو حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ زمانِ مبارک میں خشک سالی ہوئی۔ آپ خطبہ جمعہ کا پڑھ رہے تھے۔ ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ شتر ہلاک ہوگئے اور کنبہ بھوکا مرنے لگا۔ خداوند تعالیٰ سے دعائے بارش کیجئے سو آپنے ایسے وقت دعا کیلئے ہاتھ اٹھایا کہ آسمان پر کہیں پارۂ ابر نہ تھا۔ راوی بقسم کہتے ہیں ابتلک آپ دعا نہیں مانگ چکے تھے کہ دفعۃً ابر پہاڑ کی مانند چڑھ آئے اور بارش برابر ہونے لگی۔ یہاں تلک کہ دوسرا جمعہ آگیا۔ اس روز اسی اعرابی نے یا اور کسی نے عرض کیا کہ یا حضرت ہمارے گھر گر گئے اور اموال ہلاک ہوگئے اب باران کے تھمنے کی دعا فرمایئے۔ آپ نے دعا کی یا الٰہی اب ہمارے اوپر نہ برسے بلکہ ٹیلوں اور پہاڑوں اور نالوں اور درختوں پر۔ پس مدینہ منورہ سے ابر فوراً کھل گیا اور ہم دھوپ میں چلنے پھرنے لگے۔ ٢ه دعنی ای اترکنی۔ والواو بمعنی مع۔ والمراد بالآیات المعجزات وظہور منصوب بنزع الخافض۔ والقری الضیافۃ۔ والعلم الجبل۔ وذکر اللیل لتکمیل المقصود من التشبیہ۔ ترجمہ ای مخاطب مجکو صرف اس کام کیلئے چھوڑ دے کہ میں آپ معجزات کثیرہ جو واسطے اثبات رسالت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح جلوہ افروز نمایاں ہوئے ہیں جیسے آگ ضیافت کی بوقت شب پہاڑ پر ظاہر وباہر ہوتی ہے کہ میرے نزدیک اس سے بہتر کوئی کام نہیں ہے۔ اسخیاء عرب کا دستور تھا کہ واسطے اظہار عام ضیافت وطلب مہمانان ومساکین کے بوقت شب پہاڑ پر آگ جلا دیتے تھے تاکہ ہر ایک کو حال ضیافت کا معلوم ہوجاوے اور بے تکلف شریک ضیافت ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپکے معجزات ایسے روشن وہویدا ہیں جیسے آتش ضیافت جو پہاڑ پر وقت شب روشن کی جاتی ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

فَالدُّرُّ یَزْدَادُ حُسْنًا وَھُوَ مُنْتَظِمٌ ١ه وَلَیْسَ یَنْقُصُ قَدْرًا غَیْرَ مُنْتَظِمِ

فَمَا تَطَاوَلَ اٰمَالُ المَدِیْحِ اِلٰی ٢ه مَا فِیْہِ مِنْ کَرَمِ الاَخْلَاقِ وَالشِّیَمِ

اٰیَاتُ حَقٍّ مِنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثَۃٌ ٣ه قَدِیْمَۃٌ صِفَۃُ المَوْصُوْفِ بِالقِدَمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور آشکارا وعیاں ہوتی ہے اور اس پر بھی اگر منکروں کو معلوم نہ ہو تو اندھے پن کا کیا علاج ہے گر نبیند بروز شپرہ چشم ؎ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ؎ (متعلق صفحہ ھذا) ١ه الفاء للتعلیل کانہ قیل کیف تشتہر آیات بہذہ المثابۃ مع کونہا غیر منظومۃ فقال ذلک لا یوجب نقصان قدرہا وشہرتہا۔ ترجمہ کیونکہ موتی کا جب برعایت مناسب ہار بنایا جاوے تو اس کی خوبصورتی بڑھ جاتی ہے اور جب وہ غیر منتظم ہو یعنی اس کا ہار نہ بنایا جاوے تو اس کے حسن ذاتی میں کچھ نقصان نہیں آتا ٢ه الفاء للتعلیل لدعنی۔ وما نافیۃ۔ وما تطاول ما استطال۔ والمدیح فعیل بمعنی المادح۔ والمراد بالاخلاق الکریمۃ الخصال الکسبیۃ وبالشیم وہی جمع شیمۃ وہو الشیء الطبیعۃ والخصائل الذاتیۃ —— ترجمہ کیونکہ نہیں پہنچیں آرزوئیں مادح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی اوصاف ان خوبیوں تک جو حضرت کی ذات مقدس میں ہیں اخلاق کریمہ کسبیہ وذاتیہ سے۔ یعنی میں نے جو ذکر معجزات کو مقدم رکھا اور آپ کے اوصاف ذاتیہ وخصال کسبیہ کی تعریف نہیں لکھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی صفات ذاتیہ وکسبیہ تک میری فہم کی رسائی نہیں ہے۔ ناچار ذکر معجزات پر کفایت کرتا ہوں اور بعض شراح نے فما تطاول میں ما استفہامیہ لیا ہے۔ پس معنی بیت کے یہ ہوئے کہ ستائش کنندہ کی آرزوئیں کس قدر دراز ہوئی ہیں ان خوبیوں کی طرف جو حضرت کی ذات پاک میں اوصاف کسبیہ وذاتیہ سے ہیں یعنی جیسے اوصاف مذکورہ غیر متناہی ہیں اسی قدر مادح کی امیدوں کی جو سرور عالم سے دنیا وآخرت میں رکھتا ہے۔ حدود نہایت نہیں ہے مگر یہ مطلب شعر سابق ولاحق سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا ہے۔ ٣ه بالنصب بدل من آیات او منصوب علی المدح اعنی یمدح۔ او مرفوع خبر مبتدء محذوف ای ہی۔ ترجمہ وہ سچی آیات قرآن مجید کی ہیں جو منجانب ایزد رحمان نازل ہوئی ہیں۔ اور باعتبار تلفظ ونزول وکتابت مصاحف حادث وپیدا ہیں۔ ومن حیث المعنی وکلام نفسی قدیم ہیں۔ کیونکہ وہ صفت ہیں اس ذات پاک کی جو موصوف بالقدم ہے اور یہ امر محقق ہے کہ موصوف قدیم کی صفت بھی قدیم ہوتی ہے۔ ورنہ قدیم محل حوادث ہوجائے گا۔

لَمْ تَقْتَرِنْ بِزَمَانٍ وَهِيَ تُخْبِرُنَا	۱	عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَعَنْ إِرَمِ
دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ	۲	مِنَ النَّبِيِّينَ إِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

(۱) الجملة الفعلية صفة آيات فان القديم وجوده قبل خلق الزمان۔ والمعاد ہو مصدر بمعنی العود والمراد به الحشر والبعث۔ وعاد اسم قبيلة وہم قوم ہود ؑ وارم كعب اسم جنة بناہا شداد بن عاد وكان لعاد ابنان شداد وشديد فملكا وقہرا ثم مات شديد فخلص الامر لشداد فملک البلاد ودانت له ملوكها فسمع ذكر الجنة فبنى على مثالها في بعض صحاري عدن جنة في ثلثمائة سنة وكان عمره تسعمائة وسماها بارم قصورها من ذهب وفضة واساطينها من الزبرجد واليواقيت وزينها باصناف الاشجار والانهار فلما تمت سار اليها باهله فلما كان منها على مسيرة يوم وليلة بعث الله عليهم صيحة من السماء فهلكوا وسترها الله تعالى عن اعين الناس۔
وعن عبد الله بن قلابة انه خرج في طلب ابله فوقع عليها فحمل من نفائسها بقدر الطاقة ورجع الى قومه بمال كثير ففاشت بين الخلق وبلغ الخبر الى الامير معاوية بن سفيان رضی وكان ذاک عهده فبعث الى كعب يسئله عن ذاک فصدقه وقرأ سنداً له ارم ذات العماد التي لم يخلق مثلها في البلاد۔ وسيدخلها رجل من المسلمين في زمانک احمر اشقر قصير على حاجبه خال وعلى عقبه خال يخرج لطلب ابله ثم التفت ونظر ابن قلابة فقال هذا والله ذلک الرجل۔ كذا في الكشاف۔ وتخصيص عاد وارم وقع اتفاقا ولمزيد الاعتبار۔ **ترجمہ** یہ آیات اس لئے کہ قدیم ہیں کسی زمانے کے ساتھ مقید اور مقترن نہیں ہیں کیونکہ قدیم کا وجود قبل وجود زمانے کے ہوتا ہے اور بایں ہمہ حال یہ ہے کہ آیات مذکورہ ہم کو حشر و نشر اور قوم عاد اور جنت ارم کی جو مقید بزمانہ ہیں خبر دیتی ہیں (۲) صفة بعد صفة للآيات والدوام واستمرار الوجود بلا انقطاع۔ والفاء دخلت على المسبب اي ففاقت بسبب الدوام۔ والمعجزة امر خارق للعادة يظهر على يد مدعي النبوة عند تحدي المنكرين وبه يمتاز عن الكرامة والخارق للعادة اربعة معجزة النبي وقد مر تعريفه۔ وكرامة الولي وهي ما تظهر على يد مؤمن متصف بكمال العرفان۔ والمعونة وهي ما يظهر لعوام المسلمين تخليصا لهم عن المكاره۔ الرابع هو ما يظهر على يد غير المؤمن فان كان موافقا لدعواه فاستدراج او مخالفا له فاهانة كما ان مسيلمة الكذاب دعا لاعورين لصحة عينيهما العوراوين فصارت عيناهما الصحيحان عوراوين۔ والارهاص داخل في الكرامة والسحر ليس من الامور الخارقة۔ ومن النبيين صفة معجزة اي صادرة من النبيين ——
ترجمہ آیات مبارکہ مذکورہ ہمارے پاس ہمیشہ رہیں گی۔ اور اس لئے یہ معجزہ اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے فائق اور برتر ہو گیا۔ کیونکہ ان کے معجزات آئے اور ہمیشہ نہ رہے۔ اور یہ معجزۂ قرآن مجید کہ اثبات نبوت کیلئے اعظم معجزات سے ہے تا قیام قیامت بصفت اعجاز باقی رہے گا کہ کوئی بلیغ و فصیح اس کی چھوٹی سورت کا بھی جواب نہ دے سکا۔ اور نہ دے سکے گا۔ اور عجائب قدرت خداوند تعالی سے یہ ہے کہ جس نے آیات شریفہ سے معارضہ کرنا چاہا وہ ایسا بد حواس و از خود رفتہ ہوا کہ جو اس نے اس وقت کہا لعبہ اطفال کو بھی قدر نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب نے بجواب الم تر كيف فعل ربك باصحاب الفيل کے کہا الفيل ما الفيل عنقه قصير وذنبه طويل اور کہتا تھا کہ مجھ پر یہ وحی آئی ہے۔ يا ضفدع بنت ضفدع اعلاك في الماء واسفلك في الطين باقی بر ص۵۵

مُحَكَّمَاتٌ فَمَا يُبْقِينَ مِنْ شُبَهٍ	۱	لِذِي شِقَاقٍ وَلَا يَبْغِينَ مِنْ حَكَمِ
مَا حُورِبَتْ قَطُّ إِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ	۲	أَعْدَى الْأَعَادِي إِلَيْهَا مُلْقِيَ السَّلَمِ
رَدَّتْ بَلَاغَتُهَا دَعْوَى مُعَارِضِهَا	۳	رَدَّ الْغَيُورِ يَدَ الْجَانِي عَنِ الْحُرَمِ
لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِي مَدَدٍ	۴	وَفَوْقَ جَوْهَرِهِ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيَمِ

(بقیہ گذشتہ) لا الشارب تمنعين ولا الماء تكدرين۔ اور یہ بھی الم تر الى ربك كيف فعل بالحبلى اخرج منها نسمة تسعى بين صفاق وحشى اور یہ بھی ان الله قد خلق للنساء افراجا وجعل الرجال لهن ازواجا فنولج فيهن ايلاجا ثم نخرجها اذا نشاء اخراجا فينتجن لنا سخالا انتاجا۔ صفحہ ہذا (۱) صفة اخرى للآيات او خبر مبتدأ محذوف اي هي من حكمه اي جعله حكما وشبه جمع جمع الشبهة وذي شقاق لشبه ولا يبغين من البغية وهو الطلب۔ **ترجمہ** وہ آیات سب امور متنازعہ فیہا کے لئے حکم ہیں اس لئے تمام احکام انھیں سے لئے جاتے ہیں سو وہ کوئی شبہ و شک کسی مخالف کیلئے باقی نہیں رکھتیں بلکہ حکم ناطق دیتی ہیں اور اپنے سوا کسی فیصلہ کنندہ کی طالب نہیں ہیں (۲) ہی صفة آخری للآيات وقط ظرف زمان للاستغراق ولا يستعمل الا في النفي والمستثنى منه محذوف اي في حال من الاحوال الا في حال عود الاعادي مستسلما والسلم الصلح والاستسلام الانقياد۔ **ترجمہ** یہ آیات کبھی لڑائی یعنی مقابلہ نہیں کی گئیں مگر ضرور یا امر انجام میں پیش آیا ہے کہ دشمن ترین دشمنان نے اس لڑائی میں ان آیات کے روبرو سپر صلح و انقیاد ڈال دی اور اپنے عجز کا قائل ہو گیا ہے۔ **روایت** ہے کہ ابن مقفع نے جو اپنے وقت کا افصح تھا۔ چند فقرات بطرز آیات لکھے اور اس کے بعد کسی قاری یہ پڑھتے سنا کہ يا ارض ابلعي ماءك ويا سماء اقلعي وغيض الماء وقضي الامر فورا معارضہ سے نہایت نادم و پشیمان ہوا اور بولا کہ بخدا کوئی شخص قرآن کی فصاحت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔
(۳) البلاغة لغة وصول الشئ الى الكمال اصطلاحا بلاغة الكلام مطابقتها بمقتضى الحال مع فصاحتها ورد صفة مصدر محذوف اي ردا مثل رد الغيور۔ والحرم بضم الحاء وفتح الراء جمع الحرمة اراد به المحارم ——
ترجمہ ان آیات کی بلاغت نے اپنے مقابلہ کرنے والے کے دعوے کو ایسا رد و بیکار کر دیا جیسا غیرتمند شخص فاسق گنہگار کے ہاتھ اپنے اہل محارم سے دفع کرتا ہے۔ غرض اس تشبیہ سے مبالغہ و فع میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ کوئی معارض مقابلہ تو کیا کرے گا اس ارادہ کے قریب بھی نہیں آ سکتا (۴) في مدد اي في نصرة والقيم كعنب جمع قيمة۔ **ترجمہ** آیات قرآنی کے بیشمار معانی ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں مثل موج دریا کے کہ ایک موج دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اور یہ معانی حسن و زیبائی اور قدر و قیمت میں گوہر دریا پر فائق ہیں اس شعر میں معانی آیات کو جو معقولات سے ہیں موج دریا سے جو محسوسات سے ہے بغرض توضیح و مبالغہ تشبیہ دی ہے۔

فَمَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰی عَجَائِبُهَا	۱ه	وَلَا تُسَامُ عَلَی الْاِکْثَارِ بِالسَّأَمِ
قَرَّتْ بِهَا عَیْنُ قَارِیْهَا فَقُلْتُ لَهٗ	۲ه	لَقَدْ ظَفِرْتَ بِحَبْلِ اللهِ فَاعْتَصِمِ
اِنْ تَتْلُهَا خِیْفَةً مِنْ حَرِّ نَارِ لَظٰی	۳ه	اَطْفَأْتَ حَرَّ لَظٰی مِنْ وِرْدِهَا الشَّبِمِ
کَاَنَّهَا الْحَوْضُ تَبْیَضُّ الْوُجُوْهُ بِهٖ	۴ه	مِنَ الْعُصَاةِ وَقَدْ جَاؤُهٗ کَالْحُمَمِ
وَکَالصِّرَاطِ وَکَالْمِیْزَانِ مَعْدِلَةً	۵ه	فَالْقِسْطُ مِنْ غَیْرِهَا فِی النَّاسِ لَمْ یَقُمِ

۱ه الاتسام من السوم ای لاتشتری۔ والسأم الملال والمراد انها لاتقرء بالملال علی الاکثار **ترجمہ** عجائب آیات قرآنی بسبب کثرت کے نہ مفصلا شمار ہوسکتے ہیں نہ اجمالا۔ اور باوجود کثرت تلاوت کے ملال اور بے رغبتی کے ساتھ نہیں پڑھی جاتی ہیں یعنی دستور ہے کہ جو چیز بار بار پڑھی جاتی ہے اس میں گونہ بے رغبتی آجاتی ہے بخلاف آیات شریفہ کے کہ ان کو جتنا زیادہ پڑھو اتنی ہی انکی طرف رغبت بڑھتی جاتی ہے۔ ۲ه القرأة البردة **ترجمہ** ان آیات کے پڑھنے سے اُن کے پڑھنے والے کی چشم خنک ہوگئی تو میں نے اس سے کہا کہ بیشک تو کامیاب ہوا عہد دامان خداوندی کے ذریعے سے اب تو تو اس کو خوب مضبوط پکڑلے اور اس پر مداومت کے ساتھ عمل کرتارہ۔ وفی الحدیث ہو الذکر الحکیم والصراط المستقیم وحبل اللہ المتین والشفاء النافع عصمة لمن تمسک به ونجاة لمن یتبعه۔ اب آئندہ بعض فوائد قرأة قرآن کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ۔ ۳ه لظی علم النار او اسم لجہنم والورد مصدر بمعنی المورد۔ والشبم ککتف البارد۔ **ترجمہ** اگر تو ان آیات کو بخوف آتش دوزخ پڑھے گا تو ان آیات کے ٹھنڈے گھاٹ کے ذریعے سے گرمی آتش جہنم کو بجھادے گا یعنی ان آیات کی قرآت باعث نجات آتش دوزخ سے ہے۔ ۴ه الحوض ہو الکوثر او نہر الحیوة من انہار الجنة الذی یرد علیه العاصون من المومنین بعد اخراجہم من النار لشفاعة النبی صلی اللہ علیه وسلم وقد صاروا فحما حتی یغسلوا فیه فیصیر ابدانہم بیضة مشرقة بعدما کانت مسودة مظلمة والحمم کالفحم جمع حممة ہی الفحم۔ **ترجمہ** وہ آیات شریفہ مثل حوض کوثر یا مانند نہر الحیوة کے ہیں کہ اس کے غسل سے روئے گناہگاران اہل ایمان جبکہ آتش دوزخ سے جل کر مثل سیاہ کوئلے کے ہو کر نکلیں گے سفید وبراق ہوجائیں گے پس آیات قرآنی حوض مذکورہ کی مانند ہیں اس امر میں کہ جب ان کی تلاوت کی جاتی ہے اور ان پر عمل کیا جاتا ہے تو سیاہی گناہ ان سے دور ہوجاتی ہے اور ان کے قلوب مثل آفتاب روشن ہوجاتے ہیں۔

۵ه خبر مبتدء محذوف ای ہی مثل الصراط وہو جسر ممدود علی متن جہنم احد من السیف وادق من الشعر یعبر علیه الخلق والمیزان الذی یوزن بہ الاعمال وله کفتان ولسان وشاہین والقسط بالکسر معدل ومنه قوله تعالی ان اللہ یحب المقسطین والقسوط الجور ومنه قوله تعالیٰ واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا ومن غیرہا ای الناشی من غیر الآیات فلم یقم من القیام ای لم یثبت ولم یوجد۔ **ترجمہ** اور یہ آیات مثل پلصراط کے ہیں یعنی جیسا صراط محق کو مبطل سے اور مؤمن کو کافر سے جدا کرتا ہے ایسا ہی حال آیات کا ہے۔ (باقی برصفحۂ آئندہ)

لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَاحَ یُنْکِرُهَا	۱ه	تَجَاهُلًا وَّهُوَ عَیْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ
قَدْ تُنْکِرُ الْعَیْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَمَدٍ	۲ه	وَیُنْکِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَاءِ مِنْ سَقَمِ

الفصل السابع فی ذکر معراج النبی صلی اللہ علیه وسلم ـ

یَا خَیْرَ مَنْ یَّمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهٗ	۳ه	سَعْیًا وَّفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَیْنُقِ الرُّسُمِ

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) اور یہی آیات مثل ترازوئے اعمال ہیں جو بروز حشر قائم ہوگی اور عمل راجح کو مرجوح سے جدا کردے گی۔ ایسا ہی آیات شریفہ کا حال ہے کہ وہ ہر کسی کے حق کی تعیین کماہو حقہ کرتی ہیں۔ پس جب آیات کا یہ حال ہے تو عدل وانصاف حقیقی بغیر ان کے ناممکن ہے کیونکہ اصل الاصول یہی ہے اور سنت اور اجماع امت وقیاس انھیں کا تابع ہے اور یہ بھی تابع ہوسکتا ہے کہ غیر آیات سے مراد سوائے قرآن مجید اور کتب سماوی ہوں یعنی قرآن مجید ناسخ احکام کتب سابقہ ہے پس پورا انصاف اسی کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتا ہے

(متعلقہ صفحۂ ہذا) ۱ه خطاب عام کانہ قیل اذا کان القرآن مشتملا علی ہذہ الفضائل الدینیة والدنیویة فانکارہ عجیب التجاہل اظہار الجہل مع عدمه۔ **ترجمہ** باوجودیکہ قرآن شریف حاوی منافع دینی و دنیوی ہے اگر گوناگوں فضائل واعجاز پر مشتمل ہے پھر بایں ہمہ اگر کوئی حاسد براہ تعنت ان آیات کا براہ تجاہل انکار کرے حالانکہ وہ اور امور میں پورا ہوشیا اور فہیم ہے تو اس کا تو ہرگز تعجب مت کر اس کی وجہ اگلے شعر میں مذکور ہے۔ ۲ه الرمد درد چشم والفم بفتح الفاء وتخفیف المیم وقد یشدد کما فی القاموس دہان۔ **ترجمہ** کبھی آنکھ بسبب درد کے آفتاب کی روشنی کو برا سمجھتی ہے اور کبھی دہن بسبب بیماری کے ذائقہ آب شیریں کو ناپسند کرتا ہے اور اس کو تلخ سمجھتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ باوجودیکہ نور آفتاب اور ذائقہ آب اجلی بدیہیات سے ہیں پس جب بحالت بیماری جسمانی بیمار ہر دو عمدہ ومفید اشیاء کو جو محسوسات میں سے ہیں بُرا اور برا سمجھنے لگتا ہے تو اگر کوئی سمجھدار آدمی بباعث لحوق بیماری حسد کور باطنی کے فضائل وخواص عجیبہ آیات شریفہ کو جو قبیل معقولات سے ہیں انکار کرے تو کیا تعجب ہے ۳ه من موصولة او موصوفة وعلی التقدیرین المضاف محذوف ای یا خیر کل من یمم قصدہ والعافون جمع عاف وہو السائل والساحة حریم الدار مفعول یمم وسعیا حال ای ساعین وفوق عطف علیه بمعنی راکبین والمتون جمع متن وہو الظہر والاینق جمع ناقة اصله انواق استثقل الضمة علی الواو فقدموہا فقالوا انوق ثم حوضوا من الواو یاء فقالوا اینق۔ والرسم کعنق جمع رسوم کرسول ورسل وہی الناقة التی تؤثر فی الارض من شدة الوطی **ترجمہ**۔ پہلے کلام بطرز غیبت تھا جب ناظم غایت توجہ اشتیاق سے بیتاب ہوا تو یہ سمجھ کر کہ میں آپکے روبرو حاضر ہوں بطور التفات حضور صلی اللہ علیه وسلم کی طرف مخاطب ہو کر کلام کرتا ہے۔ (باقی برصفحۂ ۵۸)

وَمَنْ ھُوَ الْاٰیَۃُ الْکُبْرٰی لِمُعْتَبِرٍ	۱ھ	وَمَنْ ھُوَ النِّعْمَۃُ الْعُظْمٰی لِمُغْتَنِمِ
سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَیْلًا اِلٰی حَرَمٍ	۲ھ	کَمَا سَرَی الْبَدْرُ فِیْ دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور کہتا ہے کہ اے بہترین ان اشخاص کے کہ سائل باامید گوناگوں عطایا بحال پیادگی وسواری ناقہائے تیز رو کے ان کی درگاہ کا قصد کرتے ہیں یعنی بزرگتر جملہ اسخیا کے۔ جواب ندا تیسرے شعر میں ہے۔

صفحہ ھذا۔ ۱ھ عطف علی خیر من۔ وتکرار الندا لاظہار الکمال الرغبۃ فی الاقبال وادعا الحضور ومعنی معتبر متامل اومستدل۔ **ترجمہ** اور ای وہ ذات پاک کہ وہ ہی بڑی نشانی ہے واسطے شخص متامل ومستدل کے اور ای وہ قدسی نفس کہ وہ ہی بڑی نعمت ہے اس شخص کیلئے جو اس نعمت عظمٰی کو غنیمت جانے اور اس کی قدر کرے یعنی آپ کی مقدس ذات اس شخص کے واسطے جو آپکے فضائل وکمالات ومعجزات کو دیکھے اور سمجھے آپ کی رسالت کے کیلئے ایسی بڑی نشانی ہے کہ ان صفات کے ملاحظہ کے بعد آپ کی رسالت میں متامل فہیم کو کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا اور اس نعمت عظمٰی کو غنیمت شمار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ آپ جیسا مرشد کامل ومخبر صادق ورحمۃ للعالمین نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا پس ہر عاقل کو لازم ہے کہ آپ کے وجود باوجود کو غنیمت عظمٰی سمجھے اور اس کی بابت خداوند تعالیٰ کا ہر دم شکر کرے۔ ۲ھ جواب الندا وسری سیر اللیل۔ والمراد بالحرم الاول المکۃ المعظمۃ وبالثانی المسجد الاقصٰی والتنوین فیہما للتعظیم۔ وہذا شروع فی قصۃ الاسراء۔ وفیہ اشارۃ الی ان الاسراء کان بجسدہ الشریف وفی یقظۃ وہو مختار الجمہور لا بروحہ وفی نومہ کما ہو مذہب البعض۔ واتفقوا علی ان اسراء کان قبل الہجرۃ۔ واعلم ان الاسراء من المسجد الحرام الی البیت المقدس قطعی ثابت بالکتاب ومنہا الی السماء مشہور ومنہا الی الجنۃ والعرش وغیر ذلک من الآحاد وذکر اللیل مع ان الاسراء لایکون الا باللیل لدفع التوہم کون الاسراء فی لیال والدراجی الساتر۔ **ترجمہ** آپ ایک شب معظم میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم مسجد اقصٰی تک باوجودیکہ ان میں فاصلہ چالیس روز کے سفر کا ہے ایسے ظاہر وباہر وتیز رو وکمال نورانیت وارتفاع کدورات کے ساتھ تشریف لے گئے جیسا کہ بدر تاریکی کے پردہ میں نہایت درخشانی کے ساتھ جاتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ شب معراج میں آپ کس جگہ سے تشریف لے گئے بعض کے نزدیک حرم مکہ شریفہ سے اور بعض کے نزدیک دولتخانہ حضرت ام ہانی بنت ابوطالب سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اس روز میری سواری کیلئے جو رنگ کا سفید اور قد میں گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا لایا گیا جہاں تک اس کی نظر جاتی تھی اس کی انتہا پر قدم رکھتا تھا۔ یہانتک کہ میں بیت المقدس میں پہنچا اور براق کو اس حلقہ میں باندھ دیا جس میں اور انبیا علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے اور مسجد میں جاکر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھیں اور بعد ازاں ملائکہ وارواح انبیا علیہم السلام حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسٰی تک حاضر ہوئیں اور انہوں نے آپ پر درود پڑھا اور آپکے فضائل کے معترف ہوئیں پھر اذاں وتکبیر کہی گئی آپنے امام ہوکر نماز پڑھائی اور مسجد سے باہر تشریف لائے اور حضرت جبریل نے ایک پیالہ شراب اور دوسرا پیالہ شیر پیش کرکے عرض کیا کہ آپ جو چاہیں ان میں سے نوش فرمائیں چنانچہ آپ نے پیالہ شیر نوش فرمایا اس پر حضرت جبریل نے فرمایا کہ آپنے خوب کیا اگر آپ پیالہ شراب نوش فرماتے تو آپ کی امت گمراہ وشرابی ہوجاتی ـــــــ

وَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَۃً	۱ھ	مِنْ قَابَ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَکْ وَلَمْ تُرَمِ
وَقَدَّمَتْکَ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ بِھَا	۲ھ	وَالرُّسُلِ تَقْدِیْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰی خَدَمِ
وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِھِمْ	۳ھ	فِیْ مَوْکِبٍ کُنْتَ فِیْہِ صَاحِبَ الْعَلَمِ
حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاْوًا لِمُسْتَبِقٍ	۴ھ	مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًی لِمُسْتَنِمِ

۱ھ عطف علی سریت من البیتوتۃ وہو من الافعال الناقصۃ موضوع الاقتران مضمون الجملۃ بوقت یدل علیہ وہو اللیل۔ وترقی بمعنی تصعد۔ وقاب قوسین کنایۃ عن کمال القرب وقاب ای مقدار یقال بینہما قاب قوس وقیب قوس وقاد قوس وقید قوس ای قدر القاب ما بین المقبض والسیئۃ ولکل قوس قابان وقولہ تعالٰی فکان قاب قوسین یقال اراد فابی قوس فقلبہ واللہ اعلم کذا فی الصراح۔ ولم تدرک ای لم تکن تلک المنزلۃ مدرکا لاحد من الخلق ولم یبلغہا احد ولم یوفہا۔ ولم ترم ای ماراحہا احد من الانبیاء والرسل علیہم السلام لعلمہم بانہا مختصۃ بہ صلی اللہ علیہ وسلم **ترجمہ** اور آپنے بحالت ترقی رات گذاری اور یہانتک ترقی فرمائی کہ ایسا مرتبہ کمال قرب الٰہی حاصل کیا جس پر مقربان درگاہ خداوندی سے کوئی نہیں پہنچایا گیا تھا بلکہ اس مرتبہ کا بسبب غایت رفعت کسی نے قصد بھی نہیں کیا تھا۔ ۲ھ عطف علی بت **ترجمہ** اور آپ کو مسجد بیت المقدس میں تمام انبیاء ورسل نے اپنا امام وپیشوا بنایا جیسا مخدوم خادموں کا امام وپیشوا ہوتا ہے ۳ھ المضارع لحکایۃ الحال الماضیۃ والاخرای المراد۔ والطباق جمع طبق۔ وبہم حال ای مارا بہم۔ ویجوز ان یکون الباء بمعنی فی۔ والموکب بکسر الکاف جماعۃ الفرسان والمراد بہ الملائکۃ۔ والعلم الرایۃ۔ بمعنی انہ کبیرہم وعظیمہم۔ **ترجمہ** اور منجملہ آپ کی ترقیات کے یہ امر ہے کہ آپ ہی سات آسمانوں کو طے کرتے جاتے تھے جو ایک دوسرے پر ہے ایسے لشکر ملائکہ میں جو بلحاظ آپ کی عظمت وشان وتالیف قلب مبارک آپ کے ہمراہ تھا اور جس کے سردار اور صاحب علم آپ ہی تھے کہ یہ بلند مرتبہ کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اول آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقی ہوئی۔ اور دوسرے پر حضرت عیسٰی ویحیٰی سے اور تیسرے پر حضرت یوسف سے اور چوتھے پر حضرت ادریس سے اور پانچویں پر حضرت ہارون سے اور چھٹے پر حضرت موسٰی سے اور ساتویں پر حضرت ابراہیم سے جبکہ بیت المعمور کے سہارے بیٹھے تھے صلوات اللہ علیہم وسلامہ اجمعین۔ ۴ھ غایۃ لقولہ ترقی اولتخرق والشاو النہایۃ۔ والمرقی محل الصعود۔ والمستنم طالب الرفعۃ۔ **ترجمہ** آپ رتبہ عالی کی طرف برابر ترقی کرتے رہے اور آسمانوں کو برابر طے کرتے رہے یہانتک کہ جب آگے بڑھنے والی قرب ومنزلت کی نہایت نہ رہی اور کسی طالب رحمت کے واسطے کوئی موقع ترقی کا نہ رہا تو

خَفَضْتَ کُلَّ مَقَامٍ بِالْاِضَافَةِ اِذْ	له	نُوْدِیْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ
کَیْ مَا تَفُوْزَ بِوَصْلٍ اَیِّ مُسْتَتِرٍ	٢ه	عَنِ الْعُیُوْنِ وَسِرٍّ اَیِّ مُکْتَتِمِ
فَحُزْتَ کُلَّ فَخَارٍ غَیْرَ مُشْتَرَکٍ	٣ه	وَجُزْتَ کُلَّ مَقَامٍ غَیْرَ مُزْدَحَمِ
وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا وُلِّیْتَ مِنْ رُتَبٍ	٤ه	وَعَزَّ اِدْرَاکُ مَا اُوْلِیْتَ مِنْ نِعَمِ

له خفضت بمعنی وضعت جواب اذا والمراد بالمقام ہہنا نہایۃ سیر الکامل وکل سائر الی اللہ تعالیٰ لہ مقام معلوم ینتہی الیہ سیرہ۔ ویجوز ان یکون المضاف محذوفا ای صاحب کل مقام۔ فقولہ بالاضافۃ ای بالنسبۃ الیٰ مقامک ومعنی الرفع ای رفع اللہ ایاک۔ والمفرد المفرد بالکمالات والفضائل والعلم۔ ای خفضت کل مقام من مقامات الاولیاء والانبیاء بالنسبۃ الیٰ مقامک الذی اعطیت حین ناداک ربک بالرفع بان یا محمد اُدْنُ اتخذتک حبیبا۔ ولا یخفیٰ ان مقام المحبۃ ارفع من مقام الخلۃ۔ والعلم للشہور فی العالم۔ **ترجمہ** جس وقت آپ کی ترقیات نہایت درجہ کو پہنچ گئیں تو آپ نے ہر مقام انبیا کو یا ہر صاحب مقام کو بہ نسبت اپنے مرتبے کے جو خداوند تعالیٰ سے عنایت ہوا پست کر دیا جبکہ یا محمد اُدْنُ کہہ کر واسطے ترقی مرتبہ کے مثل یکتا اور نامور شخص کے پکارے گئے۔ اس شعر میں ناظم نے خفض واضافۃ وندا اور رفع و مفرد وعلم اصطلاحات نحویہ کو نہایت خوبی سے جمع کیا ہے۔ ٢ه کی للتعلیل متعلق بنودیت۔ وما زائدۃ۔ والفوز الظفر بالمقصود وای مستتر ای کامل فی الاستتار صفۃ وصل ای لا یطلع علیہ احد۔ ولیس المراد بالقرب والوصل القرب المکانی والوصل الصوری بل ظہور عظم منزلہ عند اللہ تعالیٰ وقصر النظر الی جمالہ وجلالہ کما قال اللہ تعالیٰ ما زاغ البصر وما طغیٰ۔ **ترجمہ** یہ ندا یا محمد کی اسلئے تھی تا کہ آپ کو وہ وصل حاصل ہو جو نہایت درجہ آنکھوں سے پوشیدہ تھا اور کوئی مخلوق اس کو دیکھ نہیں سکتی۔ اور تا کہ آپ کامیاب ہوں اس اچھے بھید سے جو غایۃ مرتبہ پوشیدہ ہے اور تیرے سوا کوئی مخلوق اس سے آگاہ نہیں ہے واللہ در القائل ؎ نہ ہر سینہ را راز دانی دہند ؎ نہ ہر دیدہ را دیدہ بانی دہند ــــ نہ ہر گوہرے در التیج شد ؎ نہ ہر رسلے اہل معراج شد ــ برای سر انجام کار صواب ؎ یکے از ہزاراں شود انتخاب ٣ه حازہ جمعہ والمراد بالفخار ما یفتخر بہ۔ **ترجمہ** پس جبکہ آپکا تقرب بدرجہ مذکورہ پہنچا تو آپنے ہر قسم کی بزرگی جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے جمع کر لی اور آپ ہر عالی مقام سے جن میں کوئی آپ کو مزاحمت کرنے والا نہ تھا بڑھ گئے یعنی آپ کو وہ بلند ترین مراتب مثل میلاد فضیلت وکوثر وشفاعت کبریٰ ومقام محمود کے نصیب ہوئے جو اور انبیا کو حاصل نہ ہوئے۔

٤ه جل ای عظم۔ ولیت ای جعلت والیا۔ وعز ای قل بحیث لا یکاد یوجد او شق علے الخلائق۔ واولیت ای اعطیت **ترجمہ** اور بہت بڑی ہے قدر ان مراتب کی جن کے تم والی کئے گئے اور فہم وادراک ان نعمتوں کا جو تم کو منجانب خداوند تعالیٰ عطا کی گئیں کمتر یاد شوار تر ہے۔ یعنی وہ مراتب اور نعمتیں جو آپ کو دی گئیں رسمی اور رواجی نہیں ہیں جن کو ہر کوئی سمجھ سکے بلکہ وہ انعامات خاص ہیں جن کی کیفیت کوئی کمتر سمجھ سکتا ہے۔

بُشْرٰی لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا	له	مِنَ الْعِنَایَةِ رُکْنًا غَیْرَ مُنْهَدِمِ
لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِیْنَا بِطَاعَتِهٖ	٢ه	بِاَکْرَمِ الرُّسُلِ کُنَّا اَکْرَمَ الْاُمَمِ

الفصل الثامن فی ذکر جهاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رَاعَتْ قُلُوْبَ الْعِدٰی اَنْبَاءُ بِعْثَتِهٖ	٣ه	کَنَبْاَةٍ اَجْفَلَتْ غُفْلًا مِنَ الْغَنَمِ
مَا زَالَ یَلْقَاهُمْ فِیْ کُلِّ مُعْتَرَکٍ	٤ه	حَتّٰی حَکَوْا بِالْقَنَا لَحْمًا عَلٰی وَضَمِ

له بشری مصدر ارید بہ البہجۃ والسرور۔ وبشری مبتدء علی مذہب سیبویہ ان النکرۃ تصلح للابتداء ولنا خبرہا او خبرہا محذوف ای بشری لنا قد ثبت۔ ومعشر منصوب علی الاختصاص ای اخص معشر الاسلام بہذہ البشارۃ من بین الخلائق۔ او منصوب علی المنادیٰ ای یا معشر الاسلام۔ ورکن الشیء جزءہ الذی یسند الیہ ویعتمد علیہ۔ وغیر منہدم ای غیر متغیر لا خوف لہ من النسخ۔ وفی تقدیم خبر ان علے اسمہ تنبیہ علے اختصاص البشارۃ بہذہ الامۃ۔ **ترجمہ** اے گروہ اسلام ہم کو خوشخبری ہے بیشک ہمارے لئے عنایات خاصہ باری تعالیٰ سے ایسا ستون محکم عنایت ہوا ہے جو کبھی متغیر ومتبدل نہ ہوگا۔ بلکہ ہمیشہ الی یوم القیامۃ ثابت وقائم رہے گا یعنی ہمارا دین ناسخ ہے اور کبھی مثل اور ادیان کے منسوخ نہ ہوگا۔ ٢ه لما ظرف بمعنی اذا تستعمل استعمال الشرط یلیہ فعل ماض لفظا او معنی وداعینا مفعول دعا۔ واسکان الیاء لضرورۃ الشعر وقد جاء فی السعۃ ایضا نحو اعط القوس باریہا۔ وبطاعۃ متعلق بداعینا۔ وباکرم الرسل متعلق بدعا۔ **ترجمہ** جبکہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے حضرت کو جو ہم کو طاعت خداوندی کی طرف بلانے والے ہیں افضل واکرم رسل اللہ کہکر پکارا۔ تو ہم اس ذریعہ سے سب امتوں سے اکرم وافضل ہوئے کیونکہ رسول کا افضل ہونا امت کی افضلیت کا واقعی سبب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ اس آیت سے امت محمدیہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا سب امتوں سے افضل ہونا ثابت ہے۔ اور جب یہ امت اور امتوں سے افضل ہوئی تو ان کا رسول بھی سب امتوں سے افضل ہوا۔ ٣ه الروع الخوف۔ والنباء ہو الخبر الذی لہ شان جمعہ انباء واجفلت اسرعت فی الہرب والغفل بالضم جمع غافل کبزل وبازل۔ **ترجمہ** دلہائے دشمنان دین کو آپ کی تشریف آوری ورسالت کی خبروں نے ڈرا دیا مثل اس آواز کے کہ گوسپندان بے خبر کو ڈرا کر بھگا دے ٤ه ما زال من الافعال الناقصۃ بمعنی دام لان زال وما للنفی ودخول النفی علے النفی یفید الاثبات ویلقاہم یحاربہم والمعترک موضع الحرب وحکوا شابہوا۔ والوضم خشب یوضع علیہ اللحم المقطوع یقال لہ بالفارسیۃ فنارہ۔ **ترجمہ** حضرت رسالت پناہ کفار سے ہر میدان جنگ میں لڑتے رہے یہانتک کہ وہ بسبب نیزہائے مجاہدین اس گوشت بے حس وحرکت کے مشابہ ہوگئے جو تختہ قصاب پر رکھا ہو۔

وَدُّوا الفِرَارَ فَكَادُوْ يَغْبِطُوْنَ بِہٖ	۱ه	اَشْلَاءَ شَالَتْ مَعَ الْعِقْبَانِ وَالرَّخَمِ
تَمْضِي اللَّيَالِي وَلَا يَدْرُوْنَ عِدَّتَهَا	۲ه	مَالَمْ تَكُنْ مِنْ لَيَالِي الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ
كَاَنَّمَا الدِّيْنُ ضَيْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ	۳ه	بِكُلِّ قَرْمٍ اِلٰى لَحْمِ الْعِدٰى قَرِمِ

۱ه ودوا ای احبو یعنی الکفار الباقون لماروا حال القتلی۔ والغبطۃ ان تیمنی مثل حال المغبوط من غیرزوالہا عنہ والمعنی یتمنون والمجرور بہ للفرار۔ واشلاء جمع شلو وہو العضو۔ وشالت ارتفعت۔ والعقبان جمع عقاب یقال لہ بالفارسیۃ کرگس۔ والرخم جمع رخمۃ طائرابقع شبیہ النسرفی الخلقۃ لا تاکل الا المیتۃ۔ **ترجمہ** کفاربقیۃ السیف پرگو بسبب تیغہائے مجاہدان راہ گریز بندتھی مگر بایں ہمہ ان کی تمنائے دلی یہ تھی کہ جس طرح بنے بھاگ جاویں پس ان کی مجبوری اور صورت حال پر یہ بات پھبتی تھی کہ وہ بسبب غایۃ تمنائے فرار ان اعضائے کفار پر غبطہ یا رشک کریں جن کو کرگس اور مردار خوار جانور لے اڑے تھے تاکہ طعن وضرب مجاہدین سے اسی بہانہ نجات پا دیں۔ ۲ه المراد باللیالی مطلق الازمان عبربہا لان مقاساۃ ذوی المحن والاحزان فی اللیالی غالبا واتی بصیغۃ المضارع حکایۃ للحال الماضیۃ واحضارا للصورۃ الہائلۃ الطاریۃ علیہم ولا یدرون ای لایعرفون۔ والاشہرالحرم اربعۃ واحد فرد وہو رجب وثلثۃ سرد ذوالقعدۃ وذوالحجۃ والمحرم۔ **ترجمہ** راتیں گذررہی ہیں اور کفار بسبب غایت خوف وہراس وشدت اضطراب انکی شمار نہیں جانتے جب تلک وہ راتیں ماہ ہائے حرام کی نہ ہوں جن میں ابتدائے اسلام میں جنگ حرام تھی اور اب بھی گو حرمت جنگ منسوخ ہوگئی ہے افضل یہ ہے کہ ان مہینوں میں ہدایت جنگ نہ کیجاوے یعنی اشہر حرم میں تو ان کے ہوش وحواس فی الجملہ درست ہوجاتے تھے کیونکہ خوف جنگ مجاہدین ان میں نہ رہتا تھا اور اس لئے کہ ان ماہ میں شمار ایام ولیالی کرسکتے تھے۔ اور اشہر حرم چار ہیں۔ ایک تو فرد یعنی رجب اور تین پے درپے یعنی ذی قعدہ وذی الحجہ ومحرم۔ ۳ه القرم بسکون الراء السید وبکسرہا الشدید الاشتہاء الی اللحم وضمیر ساحتہم اما للکفار او للمجاہدین وبکل وجہ۔ **ترجمہ** گویا دین اسلام ایک مہمان عزیز ہے جو ہمراہ ہر سردار عظیم القدر کے جو دشمنوں کے گوشت کا نہایت خواہشمند ہے کفار کے عین صحن خانہ میں فروکش ہوا۔ پس کفار نے بلحاظ اکرام ضیعف بے تکلف اپنے گوشتوں کو ان کے لئے مباح کردیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ مجاہدین کو ان کے قتل میں زیادہ سعی کی حاجت نہیں ہوئی۔ ایسی صورت پیش آئی کہ گویا کفار نے اپنی خوشی سے اپنے آپ کو قتل کرایا۔ اور اگر ضمیر ساحتہم مجاہدین کی طرف راجع ہو تو معنی یہ ہوئے کہ گو دین مجاہدین کے گھر مع سرداران گرامی قدر جو خون اعدا کے پیاسے تھے مہمان ہوا اور مجاہدین نے بپاس خاطر مہمانان جو گوشت اعدا کے مشتاق تھے اعدا کو بے دریغ قتل کرنا شروع کردیا اور اس لئے وہ ایسے حواس باختہ ہوگئے کہ وہ شمار لیالی ویوم وتاریخ کو بھی فراموش کرگئے جیسا کہ غایت صدمہ میں پیش آتا ہے۔

يَجُرُّ بَحْرَ خَمِيْسٍ فَوْقَ سَابِحَةٍ	۱ه	تَرْمِيْ بِمَوْجٍ مِنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمِ
مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰهِ مُحْتَسِبٍ	۲ه	يَسْطُوْ بِمُسْتَاْصِلٍ لِلْكُفْرِ مُصْطَلِمِ
حَتّٰى غَدَتْ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ وَهِيَ بِهِمْ	۳ه	مِنْ بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُوْلَةَ الرَّحِمِ
مَكْفُوْلَةً اَبَدًا مِنْهُمْ بِخَيْرِ اَبٍ	۴ه	وَخَيْرِ بَعْلٍ فَلَمْ تَيْتَمْ وَلَمْ تَئِمِ

۱ه صفۃ اخریٰ لضیف او حال منہ او من فاعل حل۔ وضمیر یجر لہ او للدین۔ وسمی الجیش خمیسا لاشتمالہ علی خمسۃ ارکان مقدمۃ وقلب ومیمنۃ ومیسرۃ وساقۃ ای مؤخرۃ الجیش وسابحۃ ای خیل سابحۃ وہی من السباحۃ ای خیل حسن الجری لاتتعب راکبہا کانہا تجری فی الماء۔ وفاعل ترمی البحر حال منہ۔ والابطال جمع بطل وہی الشجاع۔ وملتطم صفۃ موج من الالتطام وہو تضارب امواج البحر بعضہا علی بعض من شدۃ الہیجان۔ **ترجمہ** وہ مہمان یادین دریائے لشکر کو جو گھوڑے تیز ونرم رفتار پر سوار ہے کھینچ رہا ہے ایسی حال میں کہ وہ دریا دلیروں کی موج کو جس کے بعض اجزاء دوسرے بعض پر صدمہ پہنچارہے ہیں پھینک رہا ہے یعنی دلیروں کی صفیں آپس میں متلاطم ہیں کیونکہ ہر ایک ان میں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے بسبب غایت شجاعت واعتماد خداوندی کے ۲ه بدل من الابطال او بیان لہا وہو الاجیب ومنتدب ای مجیب لدعوۃ الحق ومحتسب صفۃ ای متوقع اجرہ ویسطو ای یحمل۔ والاستیصال قلع الشیء عن اصلہ ومصطلم صفۃ مستاصل بمعناہ وہو تاکید لہ۔ **ترجمہ** دلیران لشکر اسلام اصحاب کرام رسالت پناہ ہر ایک ان میں کا مجیب دعوۃ حق ہے اور امیدوار عطائے اجر جناب باری تعالیٰ شانہ سے ہے جو حملہ کرتے ہیں بذریعہ ایسے حربہ کے جو کفر کی بیخ وجڑ اکھاڑ کے پھینکدیں اور مستاصل کفر سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مراد ہوسکتے ہیں یعنی اصحاب عظام بذریعہ اعانت وامداد ظاہری وباطنی حضرت کے حملہ کرتے ہیں اور آپ بلاشک مستاصل کفر وشرک ہیں ۳ه غایۃ لیجر او لیسطو۔ والملۃ والدین والشریعۃ والاسلام والشرع متحد بالذات مختلف بالاعتبار فما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللہ تعالیٰ فہو من حیث انہ یملی ویکتب یسمی ملۃ۔ ومن حیث انہ یطاع لہ یسمی دینا من دانہ ای اطاعہ۔ ومن حیث انہ شبیہۃ بالشریعۃ وہی مورد الشاربۃ یسمی شریعۃ ومن حیث انہ اظہرہ الشارع یسمی شرعا والرحم القرابۃ۔ **ترجمہ** یہ اصحاب کرام کی لشکر کشی اور حملے یہاں تلک رہے کہ ملت اسلام حالانکہ وہ انھیں سے ہے بعد اپنی غربت وکمزوری کے متصل القرابۃ ہوگئی یعنی اس کے مددگار مثل قرابت وار غمخوار یکدیگر ہوگئے اور اسلام قوی ہوگیا۔ وہی بہم جملہ حالیہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ ملت اسلام کی اصل الاصول وہ ہی ہیں اور یہ ملت انھیں سے ملحق وملصق ہے گویا وہ دونوں باہم برادر توام ہیں کہ ان میں نسبت صلہ رحم کی ثابت ہے۔ اور من بعد غربتہا اشارہ ہے حدیث شریف کی طرف کہ بدء الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما بدء فطوبی للغرباء ۴ه مکفولۃ بالنصب خبر بعد خبر لغدت والمجرور فی منہم للصحابۃ والبعل الزوج۔ ولم تیتم بفتح التاء المثناۃ الفوقانیۃ من الیتیم وہو موت اب الصبی۔ ولم تئم بفتح التاء المثناۃ الفوقانیۃ وکسر الہمزۃ من الایمۃ وہی خلو المرأۃ من زوجہا۔ والمراد بخیر اب وخیر بعل ہو النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زمانہ باعتبار انہ المربی التام والمدبر الکامل وبعدہ کل من یقوم مقامہ فی اقامۃ الدین بالحجۃ والبرہان والسیف والسنان۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مَصَادِمَهُمْ	١ھ	مَاذَا رَاٰی مِنْهُمْ فِیْ کُلِّ مُصْطَدِمِ
وَسَلْ حُنَیْنًا وَسَلْ بَدْرًا وَسَلْ اُحُدًا	٢ھ	فُصُوْلَ حَتْفٍ لَهُمْ اَدْهٰی مِنَ الْوَخَمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) **ترجمہ** اور یہاں تک جہاد مجاہدین رہا کہ ملت اسلام بسبب ان کے مکفول اور محفوظ ہوگئی بذریعہ بہترین مربی و پدر کے یعنی حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے اور بہترین شوہر کے یعنی حضرت کے یا صحابہ کرام کے پس اب ملتِ مذکورہ کبھی نہ یتیم ہوگی اور نہ بے شوہر یہاں بطریق تمثیل پدر و شوہر سے مراد مربی اور متکفل ہے جیسا مربی اولاد کا پدر ہوتا ہے اور متکفل زوجہ کا شوہر یعنی اب دین حمایت حراست خداوندی میں شامل ہوگیا۔ **صفحہ ہذا ١ھ** الفاء جواب شرط محذوف ای ان لم تصدقنی فسل عنہم ای عن قتالہم الکفار وثباتہم واحتیاجہم واستیصالہم ایاہم وقوتہم واستقامتہم مفعول ثان فسل والاول مصادمہم ای مواضع حربہم والمصادم بفتح المیم جمع مصدم اسم مکان من الصدم بمعنی المصادمۃ او مصدر میمی بمعنی الحرب۔ وروی بضم اسم فاعل بمعنی المضارب والمتمکن فی رأی المصادم ای کل واحد من المصادم۔ وروی رؤا بصیغۃ الجمع فضمیر الجمع لیصادم جمعًا او مفردًا۔ والمصطدم اسم الزمان او المکان۔ **ترجمہ** لشکر اسلام استحکام وثبات اقدام میں پہاڑوں کے مانند ہیں اگر تجکو میرے قول کا یقین نہیں آتا تو ان کا حال وکیفیت استقلال ان کے مقامات جنگ سے پوچھ لے کہ ان میں سے ہر ایک نے ہر جنگ گاہ میں ان کا کیا حال دیکھا وہ بلسان حال تجکو سب بتادیں گے۔ جنگ گاہوں کے پوچھنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ کفار کا تہس نہس ہوگیا ہے ان میں کوئی بتلانے والا نہیں رہا البتہ مقامات جنگ باقی ہیں اُن سے پوچھ لے یا ان کے مقابل سے دریافت کرے۔ **٢ھ** من قبیل عطف الخاص علی العام۔ وحنین وادٍ بین مکۃ والطائف۔ وبدر اسم بئر سُمّیَ باسم صاحبہ واُحد جبل باربعۃ امیال او اقل من المدینۃ۔ ومعنی فصول حتف ای انواعہ والحتف الموت وادہی اشد۔ والوخم فی الاصل التالم من الطعام والاسم التخمہ والمراد بہ ہہنا الوباء والطاعون **ترجمہ** اب مقاماتِ جنگ کی تفصیل کرتا ہے کہ حنین سے پوچھا اور بدر و اُحد سے پوچھ انواع موت کفار کو جو ان کے حق میں وباء سے بھی ضرر رسانی میں زیادہ اور سخت تھیں۔ **قصۂ غزوۂ حنین** مختصر ایہ ہے کہ یہ غزوہ ماہ شوال ۸ھ ہجریہ مقدسہ میں ہوا۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جب ہوازن وثقیف نے خبر فتح مکہ معظمہ جو اسی سنہ میں ہوئی تھی سُنی تو وہ از راہ دور اندیشی گھبرائے اور کہنے لگے کہ اب حضرت ضرور ہم پر جہاد کریں گے۔ پس مناسب ہے کہ قبل اس کے کہ وہ ہم پر حملہ کریں ہم ان پر چڑھائی کریں۔ یہ ارادہ کرکے ہوازن نے اپنا سردار مالک بن عوف کو کیا اور ثقیف نے کنانہ بن عبد یالیل ثقفی کو اور چند قبائل ان کے رفیق ہوگئے اور سب نے اپنے اہل وعیال ودواب اموال کو اس خیال سے ہمراہ لیا کہ ہر شخص ان کی حفاظت کیلئے جی توڑ کر لڑے گا اور بھاگنے کا نہیں جب یہ خبر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنی تو آپ نے بھی اُن کی طرف جانے کا قصد فرمایا اور آپکے ساتھ دو ہزار نو مسلمان فتح مکہ کے اور دس ہزار آپ کے اصحاب تھے۔ کل بارہ ۱۲ ہزار تھے اور آپنے مکہ کا عامل عتاب بن اسید کو مقرر کر دیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم وادی حنین میں جھٹ پٹے کے وقت پہنچے۔ اور مخالفین وہاں ہم سے پہلے پہنچکر گھاٹوں کی جگہوں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔

ہم ابھی جا ہی رہے تھے کہ مخالفوں کے لشکروں نے ہم پر گھاتوں سے نکل کر ایک ساتھ حملہ کیا اور ہم سب مغلوب ہوکر بھاگنے لگے اور حضرت دہنی طرف ہوگئے اور بلند آواز سے پکارا کہ لوگو! اِدھر آؤ میں خدا کا رسول ہوں، میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ یہ آواز آپ نے تین دفعہ دی اور آپ کے ساتھ اس وقت ایک گروہ مہاجرین اور انصار اور آپ کے اہل بیت سے رہ گیا تھا۔ ان میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت عباس اور ان کے فرزند فضل وابو سفیان بن الحارث وربیعۃ بن الحارث واسامۃ بن زید شامل تھے۔ اس وقت ایک شخص ہوازن کا شتر سُرخ پر سوار اور اس کے ہاتھ میں ایک جھنڈا سیاہ رنگ کا سب سے آگے بڑھا آتا تھا اور جس کو پاتا تھا قتل کر دیتا تھا۔ اس پر شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے حملہ کیا اور قتل کر ڈالا۔ جب لشکر اسلام میں بھاگڑ پڑگئی تو سلمانانِ مکہ اپنے دلی کینے نکالنے لگے ابو سفیان بن حرب بولا کیا اب مسلمان سمندر سے ورے نہیں ٹھہرنے کے اور صفوان کا بھائی اخیافی جس کا نام کلدۃ بن حنبل تھا بولا کہ آج جادو کا اثر جاتا رہا۔ صفوان نے باوجودیکہ اس وقت مشرک تھا اپنے بھائی کو جھڑکا اور کہا کہ چُپ رہ بخدا اگر میرا مربی قریش سے ہو تو میں اس کو اس سے زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میرا مربی ہوازن سے ہو اور شیبۃ بن عثمان نے کہا کہ آج میں انتقام محمد سے لوں گا پہلے اس کا باپ جنگ اُحد میں مارا گیا تھا۔ یہ کہکر بارادۂ قتل حضرت پھرا۔ مگر اس کے دل پر ایسی ہیبت چھائی کہ وہ اپنے ارادہ میں ناکام رہا اور عباس اس وقت جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور حضرت کی سواری دلدل کا لگام پکڑے ہوئے تھے جس پر آپ سوار تھے۔ اور حضرت بلند آواز تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے عباس پکارو کہ اے گروہ انصار اور اے وہ یارو جنھوں نے ببول کے درخت کے نیچے مجھ سے بیعت کی ہے حاضر ہو۔ چنانچہ انھوں نے حسب الحکم انھیں آواز دی اور لبیک لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوئے یہانتک کہ جو شخص اپنے شتر کی باگ پھیر نہ سکتا تھا اور وہ نہیں پھیرتا تھا تو وہ ہتھیار لے کر شتر پر سے کود پڑتا تھا اور آواز کی سمت پر آتا تھا۔ الغرض اسی طرح ۱۰۰ سو اصحاب حاضر ہوگئے اور آپ ان کو ہمراہ لے کر دشمنوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب آپنے ہنگامۂ کارزار کی شدت ملاحظہ فرمائی تو آپنے یہ رجز پڑھا

ے انا النبی لاکذب ۔ انا ابن عبد المطلب۔ یعنی میں سچا نبی ہوں ۔ میں عبد المطلب کا فرزند ہوں

اس وقت تنور جنگ خوب گرم ہوگیا اور یہ مثل اول آپ ہی نے فرمائی تھی پھر خوب جنگ ہونے لگی۔ اس وقت آپؐ نے اپنی سواری دلدل کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے دلدل جھک جا اس ارشاد پر وہ اتنا جھکی کہ اس کا شکم زمین سے لگ گیا اور آپ نے ایک مشت ریگ اپنے دست مبارک میں لی اور دشمنوں پر پھینکدی اسی دم ان کو شکست ہوگئی۔ باقی اصحاب ابھی لوٹنے نہیں پائے تھے کہ قیدی رسیوں میں بندھے ہوئے آپکے حضور میں لائے گئے۔ الحاصل دشمنوں کو بروز جمعہ ہزیمت فاحش نصیب ہوئی اور بقیۃ السیف بھاگ گئے۔ اس غزوہ میں چار مسلمان شہید ہوئے اور مشرکوں کے ستّر نفر قتل ہوئے اور بہت سے مسلمان ہوگئے اور ایک گروہ بھمراہی مالک رئیس ہوازن قلعۂ طائف میں پناہ گیر ہوا اور آخر کو عاجز ہوکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ اس روز چھ ہزار قیدی اور چوبیس ہزار شتر اور چالیس ہزار اوقیہ چاندی اور چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں غنیمت میں آئیں فقط۔

قصۂ بدر جوکہ اعظم غزوات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہےکہ ایک قافلہ مشرکانِ مکہ کا اموال کثیرہ لئے ہوئے شام سے آتا تھا۔ اس کے محافظ تیس۳۰ نفر تھے یا چالیس۴۰ اور بعض کہتے ہیں کہ ستر۷۰ تھے ان میں ابوسفیان بن حرب اور عمرو بن العاص بھی تھے۔ جب یہ خبر حضرت نے سنی تو صحابہ کو تحریص ان کے لوٹنے کی فرمائی۔ اس پر بعض صحابہ آپ کے ہمراہ ہوئے اور بعض اس خیال سے ٹھہر گئے کہ مطلب اس غزوہ کا غارت کفار ہے جو تعداد میں قلیل ہیں جنگ کا ان کا خیال بھی نہ تھا۔ ابوسُفیان قافلہ سالار نے آپکے عزم کی خبر سنی اور غارت سے ڈر کر ضمضم بن عمرو غفاری کو بطور اجیر اہل مکہ کی طرف روانہ کیا کہ تم جلد ہماری حمایت کو پہنچو ورنہ قافلہ لوٹا جاوے گا۔ ضمضم کے پہنچنے سے پہلے عاتکہ بنت عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار موضع ابطح میں باآواز بلند کہتا ہے کہ اے منکرانِ ہٰذا اپنی قتل گاہ کو چلو۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے ہیں۔ جب ابوجہل نے یہ خبر سنی تو حضرت عباس سے کہنے لگا کہ اے ابوالفضل اب تک تو تم میں مرد ہی مدعی نبوت تھے اب تو تمہاری عورتیں بھی دعویٰ نبوت کا کرنے لگیں میں تین روز دیکھتا ہوں کہ اگر اس کے خواب کا کچھ اثر معلوم نہ ہوا تو میں ایک نوشتہ تمام قبائل عرب میں بھیجدونگا کہ بنی ہاشم تمام انسانوں سے جھوٹے ہیں۔ **الغرض** خبر مذکور سن کر اہل مکہ تیاری جنگ میں مصروف ہوئے۔ اور ہزار یا ساڑھے نو سو شخص بعزم جنگ روانہ ہوئے۔ جن میں سو گھوڑے اور سات سو شتر تھے اور حضرت نبویؐ کے ساتھ کل تین سو تیرہ ۳۱۳ مرد تھے جن میں ۷۷ مہاجرین تھے اور باقی انصار اور کل دو گھوڑے تھے اور ستر شتر جن پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب آپ مقام صفراء میں پہنچے تو وہاں سے آپ نے بسبس بن عمرو و عدی بن ابی الصفراکو واسطے دریافت حال ابوسفیان کے بھیجا۔ پھر آپنے وہاں سے کوچ کیا اور مقام صفرا کو بائیں ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور بسبس واپس آئے اور یہ خبر لائے کہ قافلہ قریب مقام بدر آگیا اور حضرت اور اہل اسلام کو آگاہی نہ تھی کہ قریش اپنے قافلہ کی حمایت کو آتے ہیں اور آپ نے حضرت علی وزبیر و سعد بن وقاص کو خبر لانے کو بھیجا تھا یہ حضرت غلامان آب کش قریش کو پکڑ لائے۔ منجملہ ان کے اسلم غلام بن حجاج کا تھا اور ابو یسار غلام بنی العاص۔ جب ان کو حضرت کے پاس لائے آپ نماز پڑھتے تھے۔ لوگوں نے ان سے حال دریافت کیا تو وہ بولے کہ ہم قریش کے سقے ہیں ہم کو انھوں نے پانی لانے کو بھیجا ہے۔ لوگوں نے اس خبر کو مکروہ سمجھا اور ان کو مارا اور کہا کہ بتلاؤ ابوسفیان کہاں ہے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ ہم ابوسفیان کے ساتھ ہیں۔ اس کہنے پر ان کو چھوڑ دیا یعنی مار پیٹ موقوف کر دی۔ اس عرصہ میں آپ نماز سے فارغ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ جب غلام راست کہتے ہیں تو تم ان کو مارتے ہو اور جھوٹ بولتے ہیں تو ان کو مارتے نہیں۔ یہ سچ کہتے ہیں کہ یہ سقے قریش کے ہیں۔ ابوسفیان کے نہیں۔ آپ نے غلاموں سے پوچھا کہ تم مجکو بتلادو کہ قریش کہاں ہے انھوں نے کہا کہ اس ٹیلے کے پیچھے جو نظر آتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قریش کا مجمع کتنا ہے انھوں نے کہا بہت ہے۔ پھر آپ نے ان کا شمار دریافت فرمایا تو غلاموں نے کہا کہ ہم کو معلوم نہیں آپ نے کہا۔ ہر روز کئے شتر ذبح کرتے ہیں۔ کہا کہ ایک روز نو۹ اور ایک روز دس۱۰۔ آپ نے فرمایا کہ

قریش مابین (۹۰۰) اور ہزار کے ہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ منجملہ اشراف قریش ان میں کون کون آیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ عتبہ و شیبہ دونوں فرزندان ربیعہ اور ولید و ابوالبختری فرزند ہشام اور حکیم بن حزام اور حارث بن عامر اور طعیمہ بن عدی اور نضر بن الحارث و زمعہ بن الاسود و ابوجہل و امیہ بن خلف اور نبیہ اور منبہ فرزندان حجاج و سہل بن عمرو و عمرو بن ود ہیں۔ یہ سنکر حضرت اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اہل مکہ نے یہ تمام اپنے جگر پاروں کو تمھاری طرف پھینکدیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب سے مشورہ فرمایا۔ حضرت ابو بکر نے بہت اچھی گفتگو کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اچھی تقریر کی پھر مقداد بن عمرو بولے کہ یارسول اللہ جو خدانے آپؐ کو حکم دیا ہے اس پر عمل فرمائیے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح جو انھوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا یہ نہیں کہتے کہ تو اور تیرا رب جاکر لڑو۔ ہم تو یہاں ہی ٹھہریں گے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا رب لڑنے چلے اور ہم تم دونوں کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو نبی برحق کیا ہے۔ اگر آپ ملک حبش تلک ہم کو لڑنے کیلئے لیجادیں گے تو ہم بیشک آپ کے ساتھ ہوں گے اور دشمنوں سے لڑینگے۔ آپ نے یہ سُن کر دعائے خیر دی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ لوگو ہم کو مشورہ دو اور آپ کا مطلب مشورۂ انصار تھا۔ کیونکہ ان کا جتھا زیادہ تھا۔ آپ کو یہ خیال ہوا کہ مبادا وہ حسب معاہدہ یہ کہنے لگیں کہ ہم آپ کی حمایتی صرف اس صورت میں ہیں کہ جب کوئی آپ پر مدینہ میں چڑھ آئے مدینہ سے باہر حمایت ہم پر واجب نہیں ہے۔ اس پر حضرت سعد بن معاذؓ بولے کیا آپ ہم سے مشورہ پوچھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم آپؐ پر ایمان لائے اور آپؐ کی تصدیق کی اور آپ کی نصرت کا ہم نے وعدہ کیا ہے۔ یارسول اللہ جو خدانے آپ کو حکم دیا ہے اس کو پورا فرمائیے۔ بخدا اگر آپ اس سمندر میں گھسنے لگیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ گھس جاویں گے اور ہم اس سے ناخوش نہیں ہوتے کہ آپ کل ہم سے لیکر دشمنوں سے لڑیں ہم لوگ جنگ پیشہ اور مصائب جنگ پر صابر ہیں۔ کاش خداوند تعالےٰ ہم لوگوں سے ایسا کام کرادے جو آپ کی خنکی چشم کا باعث ہو۔ آپ ببرکت ایزدی ہم کو لیکر چلئے۔ یہ سن کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چل پڑے اور فرمایا کہ تم کو مژدہ ہو کہ خداوند تعالےٰ نے مجھ سے وعدہ کر لیا ہے کہ ان دو گروہ قریش میں سے ایک پر تم کو فتح دیجاوے گی۔ بخدا گویا میں قریش کے ہلاک ہونے کے موقعوں کو دیکھتا ہوں۔ پھر آپ بدر کے قریب فرد کش ہوئے اور ابوسفیان سمندر کے کنارے کنارے چلا گیا تھا۔ اور بدر کو بائیں ہاتھ کی طرف چھوڑ گیا تھا۔ اس نے تیز روی کی اور بچ گیا۔ جب اس کو خوف غارت نہ رہا تو قریش کے پاس جبکہ وہ بمقام حجفہ اترے ہوئے تھے یہ پیغام بھیجا کہ خدا نے تمھارے قافلہ کو لوٹ سے بچا لیا۔ اب تم مکہ معظمہ کو لوٹ آؤ۔ ابوجہل نے کہا کہ ہم بدر پہنچکر واپس ہوں گے۔ اس سے پہلے ہم نہیں لوٹیں گے اور بدر جس میں ہر سال بڑا میلا ہوتا تھا ہم وہاں تین روز قیام کریں گے اور شتر ذبح کریں گے۔ اور کھانے کھلادیں گے اور شرابیں اڑائینگے۔ اس سے ہمارا شہرہ تمام عرب میں پھیل جاوے گا اور سب ہم سے ڈرنے لگیں گے یہ ڈینگ اس کی سن کر بنی زہرہ اور بنی عدی تو واپس آئے اور ان کے سوا تمام قریش چلکر بدر جا اتر

اور ابو سفیان قافلہ کو مکہ میں پہنچا کر فی الفور قریش کا شریک ہو گیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع لشکر وادی بدر کے اس طرف جو بجانب مدینہ تھی اترے اور فوج کفار دوسری طرف جو بجانب مکہ تھی ٹھہری اور پانی کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور خیمہ گاہ لشکر اسلام ریگستان میں تھا۔ جس میں آدمیوں اور چار پایوں کے پاؤں تا بزانو دھنستے تھے اور پانی نہ ملنے سے بہت تنگ تھے۔ کہ فضل ایزدی سے ایسا بارانِ رحمت برسا کہ نالے بہنے لگے اِس لئے مسلمانوں نے خوب پانی پیے اور سیر آب ہو گئے۔ اور نہائے اور شتروں کو بھی پانی پلایا اور مشکیں بھر لیں اور ریگستان جم گیا اور محکم ہو گیا۔ اور زمین فرودگاہ لشکر کفار جو سخت تھی اس میں کیچڑ ہو گئی چنانچہ خداوند تعالیٰ اسی باب میں فرماتا ہے۔ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمْ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ۔ اور حضرت سعد بن معاذ رضؓ حضرت سے اجازت لے کر آپ کے قیام و آرام کے واسطے ایک سائباں خرما کے چوب و برگ سے تیار کرا دیا اور چند جوانانِ انصار کو سائبان سے باہر آپ کی حفاظت و حراست کے واسطے متعین کرا دیا۔ اور حضرت سے گذارش کی کہ آپ سائبان میں تشریف رکھیں اور آپ کی سواری وہاں ہی تیار رہے اور ہم لڑنے کو جاتے ہیں اگر حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہم کو فتح عنایت کی تو بہتر ہے۔ ورنہ در صورت دیگر آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ تشریف لیجائیں۔ ہمارے رفیق جو وہاں ہیں آپ کی خدمت گذاری کریں گے۔ وہ لوگ آپ کی محبت میں ہم سے کم نہیں ہیں۔ اگر وہ جانتے کہ نوبت جنگ پہنچے گی تو ہرگز آپ سے جدا نہ ہوتے۔ آپ نے ان کے لئے دعائے خیر کی۔ اور لشکر اسلام آمادہ جنگ ہوا۔ اور آپ نے بنفس نفیس صفوں کو راست و درست کیا۔ مہاجرین کا جھنڈا مصعب بن عمرو کو اور خزرج کا خباب بن المنذر کو اوس کا سعد بن معاذ کو عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب تک میں نہ کہوں دشمنوں پر حملہ نہ کرنا اور اگر دشمن تم سے قریب آجاویں تو کفایت سے تیر مارنا کہ ترکش خالی نہ ہو جاویں۔ اس کے بعد قریش متکبرانہ و متفخرانہ آگے بڑھے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ بار خدایا یہ قریش بڑے فخر کے ساتھ تجھ سے لڑنے اور تیرے رسول کو جھٹلانے آئے ہیں۔ اب میں تیری اس امداد کا امیدوار ہوں جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ خدایا آج ہی ان کو ہلاک کر دے۔ اس کے بعد اول لشکر قریش سے عتبہ بن ربیعہ و شیبہ بن ربیعہ و ولید بن عتبہ بعزم جنگ برآمد ہوئے اور لڑنے والوں کے طالب ہوئے ان کے مقابلہ کو عوف و معوذ پسرانِ عفرا، اور عبد اللہ بن رواحہ جو سب انصاری تھے آگے بڑھے۔ جوانانِ قریش نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو انھوں نے کہا کہ ہم انصار ہیں وہ جواب میں بولے کہ تم ہمارے اچھے ہمسر ہو مگر ہم کو تم سے کچھ مطلب نہیں ہے ہمارے مقابلہ کو ہماری قوم کے ہمسر آنے چاہئیں۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ اے حمزہ اور اے عبیدہ بن الحارث اور اے علی تم اٹھو سو یہ تینوں شیروں کی مانند اٹھے اور طرفین قریب آگئے۔ عبیدہ کا عتبہ سے اور حمزہ کا شیبہ سے اور حضرت علی کا ولید سے مقابلہ ہوا حضرت حمزہ اور حضرت علی نے تو ایک ہی حملے میں اپنے اپنے مقابلوں کو جہنم رسید کر دیا اور عتبہ کے ہاتھ کی ضرب شدید زانوے عبیدہ پر لگی تھی۔ حمزہ و علی نے ان کی اعانت کی اور عتبہ کو بھی قتل کر دیا۔ حضرت عبیدؓ نے اسی زخم سے بوقت مراجعت مقام صفرا میں وفات پائی اور وہاں ہی دفن ہوئے۔ پس جب حضرت نے

کثرت کفار اور قلت لشکر اسلام دیکھی تو سائباں میں آکر دعا کرنی شروع کی اور فرمایا کہ اے خداوندا اگر یہ گروہ اہل اسلام شہید ہو گئے تو تیری عبادت کرنے والا روئے زمین پر نہیں رہے گا۔ الٰہی اپنا وعدۂ نصرت پورا کر اور یہ ہی دعا کرتے تھے یہاں تک کہ ردائے شریف دوش مبارک سے گر گئی۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے پھر اڑھائی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کی دعا کافی ہے۔ خدا آپ سے جو وعدہ کر چکا ہے وہ پورا کرے گا۔ پھر آپ کو قدرے غنودگی آگئی۔ بیدار ہو کر فرمایا کہ اے ابو بکرؓ تیرے لئے مدد خداوندی آئی یہ جبریل اپنے گھوڑے کی باک پکڑے آتے ہیں اور ان کے دندان پیشین پر آثار غبار ہیں یہ فرما کر آپ عریش سے باہر تشریف لائے یہ آیت پڑھتے ہوئے سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ اور جہاد کے فضائل بیان فرمائے اور کہا کہ بخدا سوگند کہ آج جو کوئی کفار سے لڑے گا اور بھاگے گا نہیں اور تکالیف جنگ پر صبر کرے گا اور خدا سے طالب اجر ہوگا اس کو خدا جنتی کرے گا اس پر ہنگامۂ کارزار نہایت گرم ہو گیا اس وقت آپ نے ایک مشت خاک قریش کی طرف پھینکی اور شاهت الوجوه فرمایا اور اصحاب کو حکم حملہ کا کیا پس فوراً لشکر کفار کی شکست ہو گئی اور ابو جہل سے اوّل معاذ بن عمرو کا مقابلہ ہوا اور قریش اس کو چاروں طرف سے بنظر حفاظت گھیرے ہوئے تھے۔ معاذ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا قصد کیا جب مجکو موقع ملا اس پر حملہ کیا اور ایسی ضرب لگائی کہ اس کا پاؤں نصف ساق سے کٹ گیا۔ اور اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے ایک ہاتھ مارا جس سے میرا ہاتھ دوش سے قطع ہو کر لٹک پڑا اور صرف کھال میں لٹکنے لگا۔ میں دن بھر اسی حالت میں لڑتا رہا اور ہاتھ کو کھینچتا رہا جب مجکو اس کے سبب زیادہ تکلیف ہوئی تو اس کو پاؤں کے تلے دبا کر جدا کر دیا۔ یہ معاذ رضؓ حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے زمانے تک زندہ رہے۔ الغرض بعد ازاں معاذ بن عفرا نے ابو جہل کو دیکھا اور ایک تلوار اس کے ماری جس سے وہ قریب المرگ ہو گیا پس عبد اللہ بن مسعود حسب الحکم حضرت مقتولوں میں اس کی تلاش کرنے آئے اور اس کو آخر رمق میں پایا پھر انھوں نے اپنا پانوں اس کی گردن پر رکھا اور کہا اے دشمن خدا کیا تجکو خدا نے رسوا کیا اس نے کہا اس میں کیا رسوائی ہے کہ ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر دیا۔ اب بتلا جیت کس کی رہی۔ انھوں نے کہا کہ خدا اور اس کے رسول کی۔ اس پر ابو جہل بولا کہ اے چھوٹے چرواہے تو بڑی اونچی جگہ پر کھڑا ہے۔ عبد اللہ نے کہا کہ میں تجکو قتل کر دوں گا۔ اس پر وہ بولا کہ بہتیرے غلاموں نے اس سے پہلے اپنے مالکوں کو قتل کیا ہے مجھے اس وقت سب سے زیادہ رنج اس بات کا ہے کہ تجھ سا کم قدر میرا قاتل ہوا۔ مجکو امید تھی کہ میرا قاتل کوئی اشراف قریش سے ہوتا۔ اس پر عبد اللہ نے ایک ہاتھ مارا کہ اس کی گردن ان کے پاؤں میں کٹ کر گر پڑی۔ وہ اس کے سر کو حضرت کے پاس لے آئے۔ اس کو دیکھ کر حضرت نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

الحاصل اسی طرح اور شدید الکفر لوگ قتل ہوئے اور بہت سے مشرکین لوگ اسیر ہوئے اور حضرت عباس کو جو بڑے قوی الجثہ تھے ابو الیسر نے جو ایک مرد ضعیف تھے قید کر لیا لوگوں نے ان سے پوچھا کہ ایسے شخص قوی کو تم نے کس طرح قید کر لیا۔ تو جواب دیا کہ ایک شخص جو ایسی صفات کا تھا اور اس سے پہلے میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا تھا اس کی مدد سے میں نے قید لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تیری ملک کریم نے مدد کی۔ حضرت عباس رضؓ سخت

بندش کے سبب آہ و نالہ کرتے تھے اور حضرت کو جو رحمت مجسم تھے اس کے سبب نیند نہیں آتی تھی۔ ایک صحابی نے یہ دریافت کر کے ان کی قیدکی بندش ڈھیلی کر دی۔ اور حضرت عباسؓ سو گئے۔ آپ نے پوچھا کہ نالۂ عباس کی آواز کیوں نہیں آتی۔ اس صحابی نے عرض کیا کہ ان کی قید ڈھیلی کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سب قیدیوں کے بند ڈھیلے کر دو۔ **القصہ** ستر تن اشراف قریش سے مقتول ہوئے اور ستر شخص کو منجملہ ان کے عباس و عقیل بن ابی طالب و نوفل بن حارث بن عبد المطلب تھے قید کئے گئے۔ اور ابو سفیان زخمی ہو کر اور کفار کے ساتھ بھاگ کر مکہ میں پہنچا اور بھاگتے وقت یہ کہتا جاتا تھا کہ میں نے کبھی کوئی مقام اِس مقام سے زیادہ خوفناک نہیں دیکھا۔ جب خداوند تعالیٰ نے اہل اسلام کو فتح عنایت فرمائی تو مشرکین مقتولین کی نسبت آپ نے فرمایا کہ ان لاشوں کو کنوئیں میں ڈال دو سو سب ڈالی گئیں۔ مگر امیہ بن خلف کہ وہ اپنی زرہ میں پھول گیا اس کے لاشے کو زرہ میں سے نکالا تو وہ پاش پاش ہو گیا۔ ناچار اس کو وہاں ہی مٹی اور پتھروں میں چھپا دیا۔ جب ان کو چاہ میں ڈال چکے تو وہاں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آکر کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اے کنوئیں والو تم اپنے نبی کے بڑے رشتہ دار تھے۔ تم نے مجھے جھٹلایا۔ اور اور لوگوں نے میری تصدیق کی۔ پھر نام بنام ان لوگوں کو خطاب کیا کہ کیا تم نے جو وعدہ خدا نے تم سے کیا تھا سچا دیکھا۔ میں نے تو جو مجھ سے ایزد سبحانہ نے وعدہ کیا تھا سچا پایا۔ اس پر حضرت کے اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیا مُردوں سے گفتگو فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تم میری گفتگو ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو مگر وہ طاقت جواب نہیں رکھتے۔ پھر اموال مشرکان جمع کئے گئے اور آپ نے ان کو سب میں برابر تقسیم کر دیا۔ بعد ازاں قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا گیا۔ آپ نے حضرت صدیق سے کہ ان سے فدیہ لیا جائے یا قتل کئے جاویں آپنے عرض کیا یا رسول اللہ یہ لوگ قتل نہ کئے جاویں شاید ان میں کوئی مسلمان ہو جاوے مگر فدیہ لینا چاہئے تاکہ مسلمانوں کو تقویت حاصل ہو۔ پھر آپ نے حضرت عمرؓ سے ان کی رائے پوچھی انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کافروں کے سردار ہیں اُن کو قتل کیجئے اور خداوند تعالےٰ آپ کو مال لینے سے بے پروا کر دیا ہے۔ آپ نے حضرت صدیقؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور دونوں حضرات کی تعریف اس طرح فرمائی کہ ابو بکرؓ صحابہ میں ایسے ہیں جیسے حضرت ابراہیمؑ انبیاء میں چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا ہے۔ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ اور فاروق کی مثال مانند حضرت نوحؑ کے ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔ مگر فدیہ کا لینا خلاف مرضی خداوندی ہوا۔ جب فدیہ لینا ٹھہر گیا تو اہل مقدرت سے تو فدیہ لیا اور غربا کو اس شرط پر چھوڑ دیا کہ پھر اہل اسلام سے نہ لڑیں اور چند موذیوں کو قتل کیا اور اہل بدر کے فضائل بہت ہیں۔ منجلہ اُن کے یہ حدیث ہے۔ ان اللہ قد اطلع علےٰ اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہل بدر سب مغفور ہیں۔ انتہیٰ مختصراً۔

قصۂ اُحد یہ غزوہ ۳ھ ماہِ شوال کی ساتویں یا پندرھویں کو ہوا اس کا باعث بدر کی شکست ہے جن لوگوں کے رشتہ دار غزوۂ مذکور میں مقتول ہوئے تھے انھوں نے ابو سفیان اور ان لوگوں سے جن کا مال اس قافلہ میں تھا کہا کہ راس المال تو مالکوں کو دیدو اور جو نفع ہوا ہے اس کو اعانت لشکر میں صرف کرو۔

تاکہ ہم جناب نبوی سے اپنا انتقام لیویں۔ لوگوں نے اسے منظور کیا اور جنگ کی تیاری کرنے لگے اور چند اشراف کو گرد و نواح مکہ میں بھیجا تاکہ ہر طرف سے گروہ مددگاراں جمع کریں اور جبیر بن مطعم نے اپنی وحشی غلام کو بلا کر کہا کہ تو بھی لشکر قریش کے ساتھ جا۔ اگر تو نے حضرت کے چچا حمزہ کو میرے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلے قتل کر دیا تو تو آزاد ہے۔ پس قریش نے اہل و عیال کو اپنے ہمراہ لیا۔ اس خیال سے کہ بنظر ان کی حفاظت کے کوئی بھاگے گا نہیں۔ اور عورتوں کے پاس دف تھے کہ ان کو بجا بجا کر مقتولانِ بدر پر گریہ کرتی تھیں تاکہ مشرکین اخذ انتقام پر زیادہ راغب ہوں۔ سو وہ اس ہیئت کذائی سے مدینہ منورہ کے قریب فرو کش ہوئے۔ جب آپنے اُن کی خبر سنی تو صحابہؓ سے فرمایا کہ میں نے خواب میں گائے دیکھی اس کی تعبیر میں نے خیر سمجھی اور میں نے اپنی شمشیر کی دھار میں دندانے دیکھے اور یہ کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مستحکم زرہ میں داخل کر دیا ہے۔ اُس کی تعبیر میں نے مدینہ سمجھا پس اگر تم مدینہ میں قیام رکھو تو بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں اگر قریش مدینہ سے باہر رہے تو بُرے حال میں رہیں گے اور بستی میں گھسے تو ہم اُن سے وہاں ہی لڑیں گے۔ عبداللہ بن اُبی کی رائے بھی یہی تھی۔ اور ایک گروہ کی رائے باہر نکلکر لڑنے کی تھی اور یہ وہ لوگ تھے جو اس جنگ میں شہید ہوئے۔

الحاصل قریش نے یوم چہارم شنبہ و پنجشنبہ و جمعہ کو قیام کیا اور حضرت نے بعد نماز جمعہ مدینے سے باہر تشریف لانے کا بعزم جنگ ارادہ کیا اور جب آپ نے ہتھیار باندھے اور باہر تشریف لانے لگے تو وہ اشخاص جن کی رائے باہر جنگ کرنے کی تھی پشیمان ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے خلاف کیا حالانکہ اُن پر وحی آتی ہے اور حضرت سے عرض کرنے لگے کہ آپ کی جو رائے ہو ہم اس کے تابع ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی نبی کو یہ سزاوار نہیں ہے کہ زرہ پہنکر بدون جدال و قتال اس کو اُتار رکھے۔ پس آپ ہزار مردان کارزار کے ساتھ باہر تشریف لائے اور مدینہ میں اپنا خلیفہ عبداللہ بن مکتوم کو فرمایا۔ اور جبکہ مابین مدینہ و اُحد کے تھے تو عبداللہ بن اُبیؔ منافق مذکور ایک ثلث مجمع کو لیکر مدینہ کو لوٹ گیا اور یہ کہا کہ حضرت نے میرا کہنا نہ مانا اور اور لوگوں کی رائے اختیار کی۔ آپ نے فرمایا اُن کو جانے دو۔ ہماری مدد کو خداوند تعالیٰ کافی ہے۔ اب آپ کے ساتھ کل سات سو مرد رہ گئے اور آپ قریب کوہ اُحد اس طرح فرو کش ہوئے کہ اُحد پس پشت رہا۔ مشرک لوگ تین ہزار تھے جن میں سات سو زرہ پوش تھے اور دو سو گھوڑے اور ان میں پندرہ عورتیں تھیں۔ اور مسلمانوں میں سو مرد زرہ پوش تھے اور دو گھوڑے۔ اور جب آپ نے اپنے لشکر کی موجودات لی تو چند صحابی جو عمر میں چھوٹے تھے ان کو واپس کر دیا بعد ازیں ابو سفیان نے انصار سے کہلا بھیجا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے۔ تم ہمارے بنی اعمام کو ہمارے حوالہ کر دو۔ تم سے ہمارا کچھ رنج نہیں ہے۔ انصار نے اس کا دندان شکن جواب کہلا بھیجا۔ اب مشرکین نے جنگ کی تیاری کی اور فوج کی دست راست پر خالد بن الولید اور دست چپ پر عکرمہ بن ابی جہل کو متعین کیا۔ اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف روئے مبارک فرمایا۔

اور اُحد کو پس پشت کیا اور شگاف کوہ یعنی اس کی گھاٹی پر جو محل خطر اور دشمنوں کیلئے ایک بڑی کمین گاہ تھی عبداللہ بن جبیر کو مع پچاس تیراندازوں کے منصوب کیا اور فرمایا تم لوگ اس مقام سے جدا نہ ہونا خواہ ہم کو فتح ہو یا شکست۔ جو کافر اس راہ سے آنا چاہے اس کو بذریعہ تیروں کے ادھر نہ آنے دو اس روز آپ نے دوہری زرہیں پہنیں۔

الحاصل ہر دو جانب سے لڑائی شروع ہوگئی۔ طلحہ بن عثمان جو علم بردار مشرکین تھا صف سے باہر آکر صحابہ سے کہنے لگا کہ تمھارا قول ہے کہ ہم تمھاری تلوار سے قتل ہوکر دوزخ میں جاتے ہیں اور تم ہماری تلوار سے مقتول ہوکر جنت میں جاتے ہو۔ پس کوئی ہے؟ جس کو میری تلوار جنت میں بھیجے یا اس کی تلوار مجکو دوزخ میں داخل کرے۔ یہ سن کر شیر بیشۂ دغا شاہ مردان علی مرتضیٰ رض اس کے مقابل ہوئے اور اس کا پانوں فوراً قطع کر دیا اور وہ گر پڑا اور بے ستر ہوگیا۔ اس نے اس کو قسم دی۔ آپ اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر واپس آئے۔ حضرت رسالت پناہ نے یہ دیکھکر تکبیر کہی اور حضرت علی رض سے فرمایا کہ تم نے اس کا کام کیوں نہ تمام کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے مجکو خدائے رحیم کی قسم دی لہذا میں شرما کر لوٹ آیا۔ اس روز آپ کے دست مبارک میں ایک شمشیر تھی۔ آپ نے فرمایا ہم اس کو اس شخص کے حوالے کرتے ہیں جو اس کا حق ادا کرے۔ پس چند اشخاص اس کو لینے کھڑے ہوئے۔ آپ نے ان کو نہ دی یہاں تک کہ ابو دجانہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اس شمشیر کا کیا حق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حق اس کا یہ ہے کہ اس کے ہاتھ دشمنوں پر اتنے مارے کہ اس میں خم پڑ جاوے۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں اس کو اس شرط پر لیتا ہوں۔ سو آپ نے وہ شمشیر ان کو عنایت کر دی۔ ابو دجانہ بڑے بہادر صحابی تھے۔ اور اُن کے یہ عادت تھی کہ جب وہ سُرخ پٹی اپنے سر سے باندھ لیتے تھے تو لوگ معلوم کر لیتے تھے کہ اب وہ جنگ کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے اسی وقت سُرخ پٹی سر سے باندھے اور وہ شمشیر ہاتھ میں لی اور دونوں صفوں کے درمیان اکڑ کے ٹہلنے لگے۔ حضرت نے ان کی یہ چال دیکھ کر فرمایا کہ اس قسم کی چال عند اللہ مبغوض ہے۔ مگر ایسے موقع پر۔

الغرض ابو دجانہ کے پاس جو آتا تھا اس کو زمین پر گرا دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ گروہِ زنان میں جو پہاڑ کے پاس جمع تھیں پہنچے ان میں ایک عورت اشعار پڑھ کر مشرکوں کو ترغیب جنگ دیتی تھی اور یہ بھی کہتی جاتی تھی ایھا بنی عبد الدار۔ ایھا حماۃ الدیار۔ ضربا بکل بتار۔ یعنی اے پسرانِ عبد الدار اور اے حامیان ہمارے ملک کے شمشیر براں کے خوب ہاتھ مارو۔ حضرت ابو دجانہ نے اپنی تلوار اس کے قتل کے لئے اٹھائی پھر خیال فرمایا کہ حضرت کی شمشیر کی عزت اور عظمت اس سے بہت بڑھ کر ہے کہ اس کو ایک عورت پر چھوڑوں۔ یہ بی بی ہندہ زوجۂ ابوسفیان تھی اور اس کے ساتھ بہت سی عورتیں دف بجا بجا کر اپنے مَردوں کو جنگ کی اشتعال دلا دیتی تھیں۔ الحاصل جنگ وجدال بشدت ہونے لگی اور حضرت امیر حمزہ و جناب مرتضیٰ اور ابو دجانہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دشمنوں میں گھس گئے اور خداوند تعالیٰ شانہ نے اہل اسلام کی فتح اور کفار کی شکست عیاں کر دی۔ اور عورتیں بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گئیں۔

اور مسلمان لشکر کفار میں داخل ہوکر ان کے اموال لوٹنے لگے۔ جب یہ حال ان مسلمانوں نے دیکھا جو پہاڑ کی گھاٹی کی حفاظت پر متعین تھے تو ان میں سے کسی قدر تیرانداز اس جگہ کو چھوڑ کر غارت اموال میں مشغول ہوگئے اور ان میں کے چند اشخاص یہ پابندی حکم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ہی جمے رہے۔ جب خالد بن ولید نے دیکھا کہ نالے کی حفاظت پر کم لوگ رہ گئے ہیں تو ان پر حملہ آور ہوا اور ان کو قتل کر کے لشکر اسلام پر ان کے پیچھے سے آکر حملہ کیا۔ کفار نے جو اپنے سوار دیکھے وہ بھی لوٹ آئے اور یکبارگی مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور قتل کرنے لگے اور اس لئے مسلمانوں کو سخت پریشانی لاحق ہوئی اور معاملہ بالعکس ہوگیا۔ والحکم باللہ العزیز القدیر۔ اور اس سے پہلے اہلِ اسلام نے علم بردارانِ کفار کو قتل کر ڈالا تھا اور وہ ایک عرصہ تک زمین پر پڑا رہا۔ یہانتک کہ اس کو عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے آکر اٹھالیا اور اُس سے مسمی صواب نے لے لیا اور قریش اس کے گرد وپیش جمع ہوگئے۔ بعد ازاں جناب نبوی نے ایک گروہِ مشرکین کو دیکھا اور جناب علی مرتضیٰ رض کو فرمایا کہ ان پر حملہ کرو۔ چنانچہ آپ نے حسب الحکم ان پر حملہ کیا۔ بعض کو قتل اور بقیۃ السیف کو متفرق کر دیا۔ پھر ایک گروہ ان کا دیکھا اور جناب امیر نے حسب ارشاد بعض کو قتل اور بعض کو پریشان کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت جبریل نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ کمال درجہ کی غمگساری ہے جو جناب امیر سے ظہور میں آئی۔ آپ نے فرمایا انہ منی وانا منہ۔ یہ سنکر حضرت جبریل نے عرض کیا وانا منکما اس پر غیب سے آواز آئی لافتی الا علی ولا سیف الا ذوالفقار۔ مبارک ہو حضرت شیر خدا و شاہ مردان کو یہ فضیلت عظیم و منقبت جسیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا آمین۔ اور اسی جنگ میں حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان شریف کا نیچے کا چوکا بصدمۂ سنگ اعدا ٹوٹ گیا اور لب مبارک پھٹ گیا اور آپ کی پیشانی اور رخسار پر بصدمۂ سنگ اعدا زخم آیا۔ آپ چادر مبارک سے خون پونچھتے تھے اور زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اگر ایک قطرہ خون زمین پر گر گیا تو منکرین پر سخت بلا نازل ہو جائے گی اور یہ بھی فرماتے جاتے تھے کہ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ سبحان اللہ کیا رحمت ہے اور حضرت ابو دجانہ رض آپ کی سپر بنے ہوئے تھے اور ان کی پشت پر حسب وقت وہ آپ پر جھک رہے تھے برابر تیر لگتے تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت کے روبرو تیراندازی کر رہے تھے اور آپ خود ان کو تیر دست مبارک سے دیتے جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے ارم فداک ابی وامی۔ اور یہ بھی دعا دیتے تھے اجاب اللہ دعوتک وسدد رمیک چنانچہ حضرت کی دعا کی برکت سے وہ مستجاب الدعوات ہو گئے۔ اسی روز قتادہ بن النعمان کی آنکھ خانۂ چشم سے نکل پڑی۔ اور پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو وہاں رکھ دیا اور وہ ان کی دوسری آنکھ سے عمدہ ہوگئی۔ اور مصعب بن عمیر جو علمدار لشکر اسلام تھے جنگ کرتے رہے آخر ان کو ابن قمیہ نے شہید کر دیا بایں خیال کہ وہ جناب سرور کائنات ہیں۔ اور قریش سے جا کر کہا کہ میں نے حضرت کو قتل کر دیا ہے اور یہ شہرہ غلط لوگوں میں

پھیل گیا۔ اور آپؐ نے بعد قتل مصعب کے وہ عَلَم جناب امیر کو عنایت کیا۔ اور حضرت امیر حمزہ جنگ میں مصروف رہے یہاں تک کہ سباع بن عبد آپ کے سامنے آیا اور لڑائی کی درخواست کی آپ نے اس کو فوراً جہنم رسید کیا۔ وحشی نے جو کہ ایک پتھر کی آڑ میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔ آپ پر ایک حربہ پھینکا جوان کی ناف پر لگ کر دونوں رانوں میں سے نکل گیا اور آپ شہید اکبر ہو کر راہی جنت فردوس ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سنگدل وحشی نے اس پر بھی بس نہ کی۔ بلکہ آگے بڑھ کر آپ کے شکم مبارک کو چاک کیا اور ان کے جگر کو نکال کر ہندہ زوجۂ ابوسفیان کو دیدیا اس شدیدۃ العداوۃ نے اس کو کسی قدر چبا کر اُگل دیا اور اس کے انعام میں اپنا تمام زیور اور لباس اتار کر وحشی کو بخشدیا اس نامعقول کینہ توز عورت نے آپ کے اعضائے شریف کاٹ کر اور بطور ہار بنا کر اس کو اپنے گلے میں پہن لیا۔ خاص وجہ اس عداوت کی یہ تھی کہ اس کا باپ عتبہ جنگ بدر میں حضرت امیر حمزہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ جناب مرتضیٰ حضرت امیر حمزہ کی نعش تلاش میں مصروف ہوئے اور جب اس کو اس حال میں دیکھا تو روتے ہوئے حضرت کی خدمت میں پہنچے اور کیفیت کی اطلاع کی چنانچہ ہمراہ جناب امیر آپ موقع پر تشریف لائے اور کمال رقت فرمائی اور ارشاد کیا کہ اگر مجھ کو قریش پر قابو ملا تو ستر اشخاص کو مُثلہ کرونگا اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم فھو خیر للصابرین۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ خداوندا میں نے صبر کیا اور اپنے ارادہ سے درگذرا اور اس کے عوض حضرت امیر حمزہ کے لئے ستر بار طلب بخشش کی۔ اسی جنگ میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر جو اس وقت مشرکین کے ساتھ تھے صف سے باہر آکر طالب جنگ ہوئے۔ اس کے مقابلہ میں اس کے والد بزرگوار حضرت صدیق اکبر رضؓ نے نکلنا چاہا۔ یہ دیکھ کر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی تلوار میاں میں کیجئے اور ہم کو اپنی ذات سے نفع حاصل کرنے دیجئے۔ سبحان اللہ کیا قدردانی و رتبہ شناسی ہے جب کہ ابن قیمیہ ملعون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار ہاتھ چھوڑا تو آپ اس کے صدمہ اور دو زرہوں کے بارے جو آپ پہنے ہوئے تھے۔ ایک گڑھے میں گر کر چشمانِ صحابہ سے غائب ہو گئے۔ اس پر ملعون مذکور نے باواز بلند کہا کہ میں نے جناب نبوی کو قتل کر دیا۔ سب سے اول کعب بن مالک نے حضرت کو گڑھے میں دیکھا اور آواز دی اے مسلمانو! خوش ہو کہ حضرت یہاں زندہ موجود ہیں۔ جب آپ نے غار سے نکلنے کا ارادہ کیا تو بسبب گرانباری ہر دو زرہ کے نکلا نگیا۔ حضرت طلحہ رضؓ بیٹھ گئے اور آپ ان پر قدم مبارک رکھ کر باہر تشریف لائے اور فرمایا طلحہ رضؓ نے اپنے لئے جنت واجب کرلی اور مالک بن زہیر جشمی یا حبان بن العرقہ نے حضرت کی طرف تیر پھینکا اور اس کو حضرت طلحہ رضؓ نے اپنے ہاتھ پر لیا۔ اور اس لئے ان کا ہاتھ شل ہو گیا۔ اور ایک گروہ اہل اسلام نے اول راہ گریز اختیار کی اور لبعد ازاں حاضر ہو گئے اور خداوند تعالیٰ نے براہ کرم یہ ان کا قصور معاف فرمادیا اب طاعن کو ان پر طعن کرنے کا ہرگز موقع نہیں رہا۔ قال اللہ تعالیٰ ان الذین تولوا

منکم یوم التقی الجمعان انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم۔ پھر ابوسفیان نے صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر تین بار پوچھا کہ تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو جواب نہ دو۔ پھر تین بار کہا کہ کیا تم میں ابو بکر رضؓ ہیں۔ پھر تین بار کہا کیا تم میں عمر بن الخطاب ہیں۔ جب کچھ جواب نہ پایا تو اپنے ہمراہیوں سے کہنے لگا کہ یہ لوگ تو سب مارے گئے۔ اس پر حضرت عمر رضؓ سے رہا نہ گیا اور فرمایا کہ خدا نے تیری رسوائی کا سامان موجود کر رکھا ہے۔ ابوسفیان نے حضرت عمر رضؓ سے قسم دیکر پوچھا کہ کیا محمد قتل ہو گئے حضرت عمر رضؓ نے کہا ہرگز قتل نہیں ہوئے اور وہ تیرے کلام کو سُن رہے ہیں۔ اس پر ابوسفیان بولا کہ تم ابن قمیہ سے سچے ہو کہ جو کہتا ہے کہ میں نے حضرت کو قتل کر دیا ہے۔ پھر کہا کہ ہم نے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا بعد ازاں ابوسفیان مع اپنے ہمراہیوں کے مکہ کی طرف لوٹا یہ کہتا ہوا کہ اب ہماری اور تمھاری لڑائی سالِ آئندہ میں بمقام بدر ہوگی۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ یہ لوگ ہم پر فتحیاب نہ ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اس کے بعد حضرت نے جناب شاہ مردان علی مرتضیٰ کو حکم فرمایا کہ اُن کے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ یہ لوگ شتروں پر سوار ہوتے ہیں اور ان کے گھوڑے کوتل جاتے ہیں تو جانو کہ وہ عازم مکہ ہیں اور اگر گھوڑوں پر سوار ہیں اور شتر خالی جاتے ہیں تو عازم مدینہ ہیں اور اگر ایسا ہوا تو ہم ان سے سخت جنگ کریں گے۔ چنانچہ حضرت امیر گئے اور دیکھا کہ وہ شتروں پر سوار ہیں اور گھوڑے خالی جاتے ہیں۔ اور یہی حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کر دیا ہے۔ جب ادھر سے اطمینان ہوا تو آپ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ اپنے مقتولوں کی خبر لو۔ جب وہ گئے تو حضرت سعد ابن الربیع انصاری کو دیکھا کہ ان میں کسی قدر جان باقی ہے اور اسی حال میں دیکھنے والے سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ خداوند تعالےٰ آپ کو ایسی جزائے خیر دے جو اور نبیوں کی جزا سے جو منجانب ان کی امت کے ملی ہے افضل و بہتر ہو اور میری قوم کو بھی میرا اسلام پہنچا کر یہ کہنا کہ اگر تمھاری زندگی میں جناب نبوی کو کچھ تکلیف پہنچی تو درگاہِ ایزدی میں تمھارا کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر جاں بحق ہوئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ اور حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے حضرت امیر حمزہ نے اپنے بھائی کی نعش کے دیکھنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان بیٹے حضرت زبیر کو فرمایا کہ اپنی مادر کو لوٹا لاؤ تاکہ حضرت امیر حمزہ کے مُثلہ ہونے کو دیکھ کر آہ وزاری نہ کریں۔ حضرت زبیر نے اپنی والدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنا دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ مجکو معلوم ہے کہ میرے بھائی کی نعش کو مُثلہ کیا ہے اور چونکہ یہ معاملہ راہ خدا میں ہوا ہے پس میں اس پر صابر اور طالب اجر ہوں یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نعش پر جانے کی اجازت دیدی۔ سو وہ وہاں آئیں اور انا للہ پڑھا اور دعا کر کے واپس آئیں۔

اور مقتولانِ اُحد سے ایک مخیریق نام یہودی بھی تھے۔ انھوں نے اسی روز اپنی قوم سے کہا کہ اے گروہ یہود ہم کو خوب معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد تم پر واجب ہے۔ انھوں نے کہا کہ آج یوم شنبہ ہے ہم کچھ کر نہیں سکتے۔ اس پر اس نے جواب دیا کہ آج شنبہ مانا نہ جاوے اور یہ کہکر مسلح ہوئے اور کہہ گئے کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو میرا مال حوالہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کیا جاوے۔ انھیں اختیار ہے جہاں چاہیں وہیں صرف کریں پھر جنگ کر کے مقتول ہوئے اس پر آپ نے فرمایا کہ مخیریق یہودیں میں سب سے بہتر ہیں۔ اور حضرت یمان پدر ابوحذیفہ اور ثابت بن قیس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی حفاظت کے لئے متعین کر دیا تھا کیونکہ یہ دونوں بڈھے تھے ان میں ایک نے دوسرے سے کہا کہ اب ہم کو کاہے کا انتظار ہے۔ آؤ تلواریں لیکر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں کاش ہم کو دولت شہادت نصیب ہو جائے۔ چنانچہ دونوں میدانِ جنگ میں گھس گئے اور صحابہ کو ان کا یہ حال معلوم نہ ہوا۔ ثابت کو تو مشرکوں نے شہید کر دیا۔ اور یمان پر بحالت لاعلمی مسلمانوں کی شمشیریں پڑیں اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ ابوحذیفہ ان کو دیکھ کر بولے کہ یہ تو میرے والد ہیں۔ مسلمانوں نے عذر لاعلمی بیان کیا۔ ابوحذیفہ کہنے لگے خیر خداوند تعالیٰ تم کو معاف کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دیت دینی چاہی۔ ابوحذیفہ نے نہ لی۔ اور مسلمانوں بخشدی۔ بعدازاں بعض اصحاب نے اپنے مقتولوں کی نعشیں مدینہ میں لیجانی چاہیں۔ آپ نے ان کو منع کر دیا اور فرمایا جہاں مقتول ہوئے ہیں وہیں دفن کئے جاویں اور حکم دیا کہ دو دو اور تین تین ایک ایک قبر میں دفن کئے جاویں اور جس کو قرآن مجید زیادہ یاد ہو اس کو اول بجانب قبلہ رکھا جائے جب کوئی شہید نماز کیلئے لایا جاتا تھا تو حضرت امیر حمزہ کو بھی اس کے ساتھ شریک کیا جاتا تھا۔ اور ایک اور روایت میں یہ ہے کہ نو کس اور شہیدوں کی نماز پڑھی جاتی تھی۔ اور حضرت امیر حمزہ دسویں ہوتے تھے۔ اور حضرت امیر حمزہ کی قبر میں حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت زبیر اترے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کنارۂ قبر پر بیٹھے رہے۔ اور عمر بن الجموح و عبداللہ ابن حرام کو ایک قبر میں رکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں دنیا میں بھی باہم بڑے دوست تھے۔ جب دفن شہدا سے فارغ ہوئے تو وہاں سے عازم مدینہ طیبہ ہوئے راہ میں حمنہ بنت جحش ملیں تو آپ نے ان کو ان کے بھائی عبداللہ کی خبر شہادت سنائی۔ انھوں نے انا للہ الخ پڑھا پھر ان کو خبر مرگ ان کے دوسرے بھائی حمزہ کی دی گئی تو انھوں نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی پھر ان کی خبر شہادت ان کے شوہر مصعب بن عمیر کی دی گئی۔ یہ خبر سن کر نہایت بے چین ہوئیں۔ اور چیخنے لگیں۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کو اپنے شوہر سے بڑا علاقہ ہوتا ہے۔ اور ایک بی بی صاحبہ تھیں کہ ان کے پدر و پسر و شوہر تینوں شہید ہو گئے۔ جب ان کو یہ خبر دی گئی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کا حال پوچھا ان سے کہا گیا کہ حضرت بفضلہ تعالیٰ حی و قائم ہیں یہ خبر سنکر اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

المُصْدِرِی البِیضِ حُمرًا بَعدَ مَا وَرَدَتْ	۱ه	مِنَ العِدیٰ کُلَّ مُسْوَدٍّ مِنَ اللِّمَمِ ۱
وَالکَاتِبِینَ بِسُمْرِ الخَطِّ مَا تَرَکَتْ	۲ے	اَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَیرَ مُنْعَجِمِ ۱

(بقیہ صفحۂ گذشتہ) کو بصحت و عافیت دیکھ کر فرمانے لگیں کہ اب مجھ کو کسی کے مرنے کی پرواہ نہیں ہے۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہا و عن شھدائھا۔ وللہ در القائل ع
چوں تو داریم بمعنی ہمہ داریم وہمہ۔ ابوسفیان و دیگر اہل کفر و طغیان بجانب مکہ معظمہ روانہ ہو گئے مگر اثنائے راہ میں اس مراجعت سے پشیمان ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم زخمی ہوئے اور ہمارے آدمی مقتول ہوئے۔ اس پر ہم لوگ کام ناتمام چھوڑ کر واپس آئے۔ یہ اچھا نہ کیا۔ اب مصلحت یہ ہے کہ ہم لوٹیں اور کار اہل اسلام تمام کر دیں۔ جب یہ خبر آنحضرت کو پہنچی تو بروز یکشنبہ جو جنگ کا دوسرا دن تھا۔ آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ باواز بلند کہدو کہ صحابۂ کرام واسطے جہاد مشرکان کے فوراً برآمد ہوں تاکہ کفار کو معلوم ہو جاوے کہ اہل اسلام اس جنگ کے سبب سست و ناتوان نہیں ہوئے اور یہ بھی حکم فرمایا کہ سوائے حاضرین اُحد کے اور کوئی ان کا شریک نہ ہو۔ یہ حکم سن کر تمام شرکائے جنگ احد لنفسی فداھم نے لبیک کہا اور زخموں پر پٹیاں باندھکر مستعد جنگ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آگے بڑھتے ہوئے ان کا انتظار کر رہے تھے آملے۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ انکے حال کی خبر دیتا ہے۔ حیث قال الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم۔ پس اسیح جملہ ہمراہیان روانہ ہو کر بمقام حمراء الاسد جو مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلہ پر ہے بدولت و اقبال فروکش ہوتے اور حکم دیا کہ پانسو جگہ آگ روشن کرو تاکہ مشرک لوگ یہ سن کر ڈر جاویں معبد خزاعی نے جو اب تلک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اس وقت مکہ کو جاتے تھے یہ حال دیکھ کر ابوسفیان سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لشکر کثیر لیکر بقصد انتقام مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر حمراء الاسد میں فروکش ہیں۔ وہ یہ خبر سن کر ڈر گیا اور فوراً روانہ ہو کر مکہ معظمہ میں دم لیا اور بعد قیام چندروز آپ مدینہ شریفہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم انتھیٰ ملخصاً۔

(متعلقۂ صفحۂ ہذا) ۱ه منصوب علی المدح بتقدیر امدح او اعنی او مجرور بدل من ہم فی منہم والضمیر المستکن فیہ للخمیس والنون سقط بالاضافۃ الی البیض بروایۃ الجر۔ واما علی روایۃ النصب فمن قبیل المقیمی الصلوۃ فانہ یجوز حذف النون مع الاعمال والالف واللام۔ واصدرہ اخرجہ۔ والمراد بالبیض السیوف المصقولۃ وحمرا حال من البیض وما مصدریۃ واللمم کعنب جمع لمۃ بالکسر الشعر المترسل الی المنکب والمراد ہہنا مطلق الشعر (باقی بر صفحۂ آئندہ)

شَاكِي السِّلَاحِ لَهُمْ سِيمَا تُمَيِّزُهُمْ	۱ہ	وَالْوَرْدُ يَمْتَازُ بِالسِّيمَا مِنَ السَّلَمِ
تُهْدِي إِلَيْكَ رِيَاحُ النَّصْرِ نَشْرَهُمُ	۲ہ	فَتَحْسَبُ الزَّهْرَ فِي الْأَكْمَامِ كُلَّ كَمِي
كَأَنَّهُمْ فِي ظُهُورِ الْخَيْلِ نَبْتُ رُبًى	۳ہ	مِنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شِدَّةِ الْحُزُمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) وبالتعبیر عن شعرہم بمسود اشارۃ الی شبابہم۔ ترجمہ دلاوران اسلام ایسے ہیں کہ اپنے سفید صیقلدار شمشیروں کو جبکہ وہ دشمنان جوان کے سروں میں جاتی ہیں ان کے سروں سے برنگ سرخ نکالتی ہیں۔ ۲ہ عطف علی المصدری. دسمر جمع اسمر وہو من اسماء الرمح۔ والخط موضع بالیمامۃ تنسب الیہ الرماح المجلوبۃ من الہند وتقوم بہ والجملۃ المنفیۃ حال من المستکن فی الکاتبین او استیناف والحرف للطرف وغیر منعجم ای غیر ذی نطق۔ وذکر الکاتب والخط والقلم من الصنائع الشعریۃ۔ ترجمہ وہ بہادر بذریعہ گندم گوں نیزوں کے لکھنے والے ہیں ان کی قلموں یعنی نیزوں نے کنارہ جسم اعدا کو غیر منقوط نہیں چھوڑا۔ یعنی انہوں نے جسم اعدا کو تمام چھان دیا ہے۔

(متعلق صفحہ ہذا) ۱ہ الشاکی مقلوب الشائک بمعنی ذو شوکت مثل لابن وتامر اد تام السلاح بدل من الکاتبین سیما۔ مقصود وقد یمد علامۃ فی وجوہہم من اثر السجود واشراقہا بنور الایمان والجملۃ حال من الشاکی. والسلم شجر لہ شوک۔ ترجمہ اصحاب کرام پورے مسلح اور صاحب شوکت ہیں۔ اگرچہ اعدا بھی مسلح ہونے میں ان کی مشابہ ہیں۔ مگر ان بزرگواروں کے مبارک چہروں پر سجدوں کے نشان اور ان کے روئے روشن انوار ایمان وعبادت سے درخشاں ہیں جس سے کفار کا رو کار محروم ہے۔ دیکھو گلاب اور ببول کا درخت دونوں خاردار ہیں اور باایں ہمہ گلاب کا رنگ وبو وصورت موزوں وشادابی ونضارت وچہرہ مہرہ اور ہے اور ببول کا اور۔ ع ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ ۲ہ ریاح النصر فاعل تہدی ونشرہم مفعولہ۔ والنشر الرائحۃ الطیبۃ۔ والمراد بالریاح الریاح التی بہا ینصر اللہ المسلمین والزہر النور۔ والاکمام جمع کم بالکسر وہو غلاف النور۔ الزہر مفعول ثان قدم علی الاول للضرورۃ وہو کل کمی. والکمی الشجاع۔ وذلک من قبیل التشبیہ المقلوب ای فتحسب کل کمی فی الدرع زہرا فی الاکمام۔ ترجمہ بادہائے نصرت الٰہی تیرے پاس ان کی بوئے خوش پہنچاتی ہے پس ان میں کا ہر دلیر اپنی زرہوں اور ہتھیاروں میں ایسا خوشنما معلوم ہوگا جیسا شگوفہ اپنے غلافوں میں ہوتا ہے۔ لفظ ریاح النصر اشارہ ہے حدیث نصرت بالصبا کی طرف ۳ہ ربی جمع ربوۃ وہو ما ارتفع من الارض۔ ونبتہا تکون ارسخ وارشد واثبت واقوی وانضر لاتطئہا الاقدام والحزم کفلس الاحتیاط وکمال العقل والمہارۃ فی الفروسیۃ والحزم کعنق جمع حزام وہو ما یشد بہ السرج۔ ترجمہ دلیران اسلام گھوڑوں کی پشتوں پر ایسے آسن جما کر بیٹھے ہیں۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

طَارَتْ قُلُوبُ الْعِدَى مِنْ بَأْسِهِمْ فَرَقًا	۱ہ	فَمَا تُفَرِّقُ بَيْنَ الْبَهْمِ وَالْبُهَمِ
وَمَنْ يَكُنْ بِرَسُولِ اللهِ نُصْرَتُهُ	۲ہ	إِنْ تَلْقَهُ الْأُسْدُ فِي آجَامِهَا تَجِمِ
وَلَنْ تَرَى مِنْ وَلِيٍّ غَيْرَ مُنْتَصِرٍ	۳ہ	بِهِ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَيْرَ مُنْقَصِمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) گویا وہ ٹیلوں پر کی گھانس ہیں جن کی جڑیں بسبب سختی زمین و نہ ٹھہرنے پانی کے خوب مضبوط جمی ہوتی ہیں اور صدمہ باد سے نہیں اکھڑتیں۔ اور ران کا اس قدر مضبوط بیٹھنا اور جمنا بسبب ان کی کمال احتیاط اور شہسواری کے ہے۔ نہ اس سبب سے کہ ان کے گھوڑوں کے تنگ خوب کسے ہوئے ہیں۔ کیونکہ کم سوار تو کسے ہوئے زین پر سے بھی گر جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ شہسوار ہیں۔

صفحہ ہذا ۱ہ طیران القلب عبارۃ عن اضطرابہ وعدم استقرارہ۔ ومن باسہم ای من شدتہم والفرق محرکا الخوف والبہم بفتح الباء وسکون الہاء جمع بہمۃ وہی اولاد الضان۔ والبہم کعنق جمع بہمۃ بالضم وہو الشجاع۔ ترجمہ صحابہ کرام کے خوف سے دلہائے دشمنان بسبب ان کے سخت حملوں کے اڑ گئے اور مضطرب ہو گئے اور وہ ایسے حواس باختہ ہوئے کہ بچہ ہائے گوسفند اور دلیروں میں فرق نہیں کرتے تھے۔ بس شدت خوف سے بکریوں کے بچوں کو بھی دلیر وجنگی آدمی سمجھتے تھے اور ان سے ڈر کر بھاگتے تھے۔ ۲ہ الاسد جمع اسد والآجام جمع اجمۃ وہو بالفارسیۃ بیشہ۔ وتجم من الوجوم وہو السکوت۔ وہو الجواب للشرط الثانی والشرطیۃ الثانیۃ جواب الشرط الاول۔ ترجمہ جس کی مدد بذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے اگر اس کو شیر اپنے بیشوں میں ملیں تو وہ دم بخود رہ جائیں اور اس کو ہرگز نہ ستائیں۔ چنانچہ امام نووی نے شرح السنہ میں لکھا ہے کہ حضرت سفینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام کو جہاد روم میں کافروں نے گرفتار کر لیا تھا وہ وہاں سے کسی طرح بھاگے راہ میں ان کا راستہ ایک شیر نے روک لیا انھوں نے شیر سے کہا کہ اے ابو الحارث میں خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں کہ لشکر اسلام میں جانا چاہتا ہوں چنانچہ شیر آگے آگے ہو گیا اور لشکر اسلام میں ان کو پہنچا دیا۔ ایسا ہی حضرت عبد اللہ بن عمر نے بحالت سفر ایک جگہ اژدحام مردماں دیکھا اور اس کا سبب پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک شیر ہے جس کے سبب یہاں کی راہ بند ہے اور اس نے بہت سے آدمی ہلاک کر دیئے ہیں۔ یہ سن کر آپ سواری سے اترے اور شیر کے پاس جا کر اور اس کا کان مروڑ کر کہا کہ تو لوگوں کو مت ستا اور یہاں ہی بیشہ میں رہا کر۔ وہ شیر جھکا کر اپنے بن میں چلا گیا۔ ۳ہ عطف علی من یکن۔ ولیہ قرب منہ والمراد بہ کل مومن تقی راسخ فی الدین ومن فی الموضعین زائدۃ وغیر بالجر صفۃ ولی وبالرفع خبر مبتدء محذوف وبالنصب علی انہ المفعول الثانی لتری۔ والانقصام بالقاف وہو الروایۃ الانکسار فوق الانفصام بالفاء ای الانکسار مع البینونۃ ترجمہ اور تو ہرگز نہیں دیکھے گا کسی

(باقی بر صفحہ ۸۰)

اَحَلَّ اُمَّتَہٗ فِی حِرْزِ مِلَّتِہٖ	۱ہ	کَاللَّیْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِیْ اَجَمِ
کَمْ جَدَّلَتْ کَلِمَاتُ اللّٰہِ مِنْ جَدَلٍ	۲ہ	فِیْہِ وَکَمْ خَصَمَ الْبُرْہَانُ مِنْ خَصِمِ
کَفَاکَ بِالْعِلْمِ فِی الْاُمِّیِّ مُعْجِزَۃً	۳ہ	فِی الْجَاہِلِیَّۃِ وَالتَّادِیْبِ فِی الْیُتُمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) آپ کے دوست کو کہ اس کو آپ کی مدد نہ پہنچی ہو اور نہ تو ان کا کوئی ایسا دشمن دیکھے گا کہ اس کو شکست فاش نہ پہنچی ہو۔ **صفحہ ھذا ۱ہ** احلہ انزلہ۔ والمراد بالامۃ الامۃ الایجابیۃ۔ والحرز الموضع الحصین۔ والاشبال جمع شبل وہو ولد الاسد۔ **ترجمہ** آپ نے اپنی امت اجابۃ کو اپنے دین کے مضبوط و مستحکم قلعہ میں اتارا اب ان کو کوئی مغلوب و مقہور نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ شیر اپنے بچہ کو لے کر اپنے بیشہ میں فروکش ہوتا ہے کہ کسی کا مقدور نہیں کہ ان کو وہاں ستا سکے۔ **۲ہ** کم خبریۃ او استفہامیۃ مفعول وجدلت ای القت علی وجہ الارض۔ والمراد بکلمات اللہ القرآن المجید وجدل بکسر الدال صفۃ مشبہۃ شدید الخصومۃ وضمیر فیہ للنبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ وخصمۃ ای غلبۃ بالخصومۃ ومن فی الموضعین زائدۃ وخصم کجدل لفظاً ومعنیً۔ **ترجمہ** اور بہت دفعہ کلام مجید نے خاک مذلت پر ڈالدیا اس شخص کو جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جھگڑا کیا اور ان کی نبوت کا انکار کیا۔ اور بہت دفعہ غالب ہوئیں دلائل آپ کی اثبات رسالت کے منکر شدید الخصومۃ پر۔ خلاصہ یہ کہ منکرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے باوجودیکہ بڑے فصیح و بلیغ اور بڑے جھگڑالے جیت تھے مگر اقصر صورت قرآن کا بھی جواب نہ دے سکے۔ **۳ہ** الخطاب عام والباء زائدۃ۔ والامی الذی لا یقرء ولا یکتب لقب بہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما لانہ نسب الی امہ و وجد التربیۃ منہا لا من والدہ۔ او لانہ منسوب الی ام القریٰ وہی مکۃ شرفہا اللہ تعالےٰ۔ او لانہ منسوب الی امۃ العرب لانہم کانوا لا یکتبون ولا یقرءون بین الامم۔ ومعجزۃ تمیز من نسبۃ کفی الی العلم۔ ای کفاک معجزۃ العلم فی الامی۔ وقولہ فی الجاہلیۃ ای فی زمان لا یوجد فیہ من یکتب منہ العلم والتادیب بالرفع عطف علی محل العلم وبالجر عطف علی اللفظ ای کونہ مودباً۔ والیتم کعنق بے پدر شدن۔ **ترجمہ** ای مخاطب تجھکو درباب معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آپ کا ہر طرح کا علم باوجودیکہ آپ امیّ و ناخواندہ محض تھے کافی ہے اور نیز یہ کہ آپ بحالت یتیمی کے نہایت با ادب تھے۔ یعنی اگر اور دلائل و براہین بے شمار سے قطع نظر کرکے بعین انصاف ملاحظہ کیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قوم ناخواندہ و محض جاہل میں تربیت پائی اور کبھی اپنی قوم سے جدا ہو کر کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی اور کسی ادیب سے ادب نہیں سیکھا اور باایں ہمہ تمام علوم سے کمال آگاہ اور ہر طرح کے ادب سے واقف بلکہ موجد تھے۔ اور ہر طرح کے فضائل حمیدہ و شمائل پسندیدہ سے متصف تھے تو منصف شخص یقین کرلے گا کہ یہ علم لدنی (باقی برصفحہ آئندہ)

الفصل التاسع فی طلب مغفرۃ من اللہ تعالیٰ وشفاعۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خَدَمْتُہٗ بِمَدِیْحٍ اَسْتَقِیْلُ بِہٖ	۱ہ	ذُنُوْبَ عُمْرٍ مَضٰی فِی الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ
اِذْ قَلَّدَانِیْ مَا تُخْشٰی عَوَاقِبُہٗ	۲ہ	کَاَنَّنِیْ بِہِمَا ھَدْیٌ مِنَ النَّعَمِ
اَطَعْتُ غَیَّ الصِّبَا فِی الْحَالَتَیْنِ وَمَا	۳ہ	حَصَلْتُ اِلَّا عَلَی الْاٰثَامِ وَالنَّدَمِ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور یہ اخلاق و آداب محض تعلیم ربانی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آپ نے فرمایا ادبنی ربّی فاحسن تادیبی۔ پس لحاظ مذکورہ تصدیق نبوت کے لئے کافی و وافی ہے۔ **صفحہ ھذا ۱ہ** المدیح مایمدح بہ والمراد بہ ہذہ القصیدۃ او اعم منہا۔ والاستقالۃ طلب العفو او الاقالۃ العفو۔ وضمیر بہ للمدیح والمراد بالشعر ہہنا المصدری ای الاتیان بالکلام الموزون المقفی والخدم کعنب جمع خدمۃ ای خدمۃ ابناء الدنیا۔ **ترجمہ** میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بذریعہ مدح و نعت خدمت کی کہ میں اس کے ذریعہ سے اس عمر کے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں جو شعر گوئی اور ارباب دنیا کی خدمت میں اور مدح و ثنا میں گذاری حالانکہ یہ امر سخت ممنوع ہے **۲ہ** علۃ لحصول الذنوب باشتغال الشعر وخدمۃ الامراء وضمیر التثنیۃ لہما۔ والہدی مایہدی الی الحرم وتقلید البدنۃ ان یربط علی عنقہا کسرۃ نعل ونحوہا لیعلم انہا بدنۃ فلا یتعرض لہا احد۔ والنعم المال من ذوات الاربع واکثر مایقع الاستعمال علی الابل۔ **ترجمہ** اس واسطے کہ اس شعر اور خدمت نے میری گردن میں ایسا قلادہ ڈالدیا ہے کہ جس کا انجام میرے حق میں خوفناک ہے گویا میں ان دونوں کے سبب شتر قربانی ہوں جو قربان گاہ کی طرف لیجایا جارہا ہوں یعنی جیسا شتر قربانی کی گردن میں ہار ڈالدیا جاتا ہے اور وہ شتر اس سے غافل ہوتا ہے کہ یہ میری ذبح کی نشانی ہے ایسا ہی میرا حال ہے کہ ان دونوں قبائح مذکورہ کا ہار میری گردن میں میری ہلاکت کی نشانی ہے اور میں اس سے غافل ہوں۔ **۳ہ** الغی ضلالۃ وارد بالحالتین حالتی الشعر والخدم۔ ویقال حصل علیہ ای بقی علیہ وقیل وصل الیہ۔ والصبا بالکسر مقصوراً من صبا یصبو صبوۃ وصبوا ای مال الی الجہل والفتوۃ۔ **ترجمہ** میں نے کودکی و جہالت ایام شباب کی دونوں حالتوں شعر گوئی و خدمت اہل دنیا میں تابعداری کی۔ سو اس سے مجھ کو سوائے گناہاں و پشیمانی کے کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا

فیاخسارۃَ نفسٍ فی تجارتِہا	١ﻪ	لم تشترِ الدینَ بالدنیا ولم تسُمِ
ومن تبع اجلاً منہُ بعاجلِہ	٢ﻪ	یبِن لہ الغبنُ فی بیعٍ وفی سلمِ
ان اٰتِ ذنباً فما عہدی بمنتقضٍ	٣ﻪ	من النبیِّ ولاحبلی بمنصرمِ
فانّ لی ذِمّۃً منہُ بتسمیتی	٤ﻪ	محمداً وھو اوفی الخلقِ بالذِّمَمِ

١ﻪ الفاء للتفریع۔ وفی روایۃ باضافۃ نفس الیٰ یاء المتکلم۔ والمنادی محذوف ای یا قوم انظروا اواعتبروا اخسارۃ نفسی۔ وقیل المنادی ہو خسارۃ نفسی اے تعالی لیعجبوا منک وفی امرک۔ ونداء غیر العقلاء شائع۔ ولم تسم ای لم تصر طالباً لشرائہا ایضاً ترجمہ سوائے خسارت زیاں کاری تجارت نفس تو حاضر ہو کہ یہ تیرا وقت ہے۔ یعنی اس سے زیادہ کیا زیاں کاری ہوگی کہ تو نے دین کو دنیا کے عوض میں خرید نہ کیا۔ بلکہ ارادۂ خرید بھی نہ کیا۔ ٢ﻪ حال من فاعل لم تشتر۔ والاجل الآتی بعد اجل والمراد بہ الآخرۃ۔ وضمیر منہ لمن وکذا ضمیر عاجلہ دمدخول الباء ہو الثمن۔ والعاجل الواصل عن عجل والمراد بہ الدنیا۔ ویبن جزاء الشرط ای یظہر والسلم ہو تعجیل الثمن مع تاجیل المثمن۔ ترجمہ اور جو شخص اپنی آخرت کو اپنی دنیا کے عوض بیچ ڈالے تو اس کو اس بیع میں جہاں ثمن اور مبیع دونوں موجود ہوں اور جہاں ثمن موجود اور مبیع موعود ہو جسے ہندی میں بدھنی کہتے ہیں دونوں صورتوں میں ٹوٹا اور خسارت ظاہر ہونگی یعنی جو شخص دنیا کو حاصل کرے اور آخرت کو چھوڑے گا وہ ہر حال میں خسارے میں رہے گا۔ واقعی لذائذ کثیرہ باقیہ واقعیہ آخرت کو بعوض لذائذ قلیلہ فانیہ دنیا بیچ ڈالنا سراسر خسارت ہے ——

٣ﻪ اصلہ آتی من الاتیان سقطۃ الیاء بالجزم یقال اتاہ ای فعلہ۔ واختارہ صیغۃ المضارع لاحضار الصورۃ۔ ترجمہ اگر میں گناہ کر رہا ہوں تو کیا ہے میرا ذمہ شفاعت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ٹوٹنے والا نہیں ہے اور نہ میری امید کی رسّی کٹنے والی۔ یعنی میں بسبب ارتکاب جرائم حضرت کی شفاعت سے ناامید نہیں ہوں کیونکہ میرے نزدیک مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہوتا۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر ——

٤ﻪ الذمۃ العہد۔ واوفی صیغۃ التفضیل من الوفاء۔ وفیہ اشارۃ الی ما رواہ ابن عباسؓ من انہ اذا کان یوم القیامۃ نادی منادٍ الا لیقم من اسمہ محمد او احمد ولیدخل الجنۃ کرامۃً لمحمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ترجمہ وجہ نہ ٹوٹنے ذمہ شفاعت کی یہ ہے کہ تحقیق مجکو عہد وپیمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس لئے حاصل ہے کہ میرے پدر نے میرا نام محمد رکھا اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس کا نام محمد ہوگا وہ دوزخ میں نہیں جاوے گا۔ اور یہاں خیال عہد شکنی ممکن نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفائے عہد میں تمام خلق سے بہت بڑھے ہوئے ہیں ——

اِن لم تکن فی معادی اخذاً بیدی	١ﻪ	فضلاً والا فقل یازلّۃَ القدمِ
حاشاہُ اَن یحرِمَ الراجی مکارِمَہُ	٢ﻪ	او یرجع الجارُ منہُ غیرَ محترمِ

١ﻪ فضلاً ای تفضلاً بلا استحقاق منی وہو تمیز والا بتشدید اللام العہد وفی بعض الروایات الابغیر التنوین بمعنی ان لم یکن کذالک۔ ترجمہ صورت اول اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہ فضل وکرم وازروئے عہد جو آپ نے ہمنام کی مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ میری دستگیری آخرت میں نہ فرمائیں گے تو تو اپنی قسمت کو رو اور کہہ کہ افسوس میری لغزش قدم پر کہ کیوں اعمال صالحہ نہ کئے۔ یعنی اس وقت میری بدنصیبی نہایت درجہ کو پہنچ گئی ہے۔ اور صورت دوم کے یعنی جبکہ الا بمعنی ان لم یکن کذلک کے لئے جاویں تو شراح نے بہت سی توجیہات کی ہیں۔ جن میں کوئی بھی تکلفات سے خالی نہیں ہے۔ مولانا عصام الدین الاسفرائنی کہتے ہیں کہ مصرع اوّل اس شعر کا شرط ہے اور اس کی خبر بیت مقدم ہے یعنی فان لی ذمۃ الخ والا بمعنی ان لم یکن کذلک کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی عہد وپیمان کام نہ آیا تو بول اٹھ کہ افسوس میری لغزش قدم پر۔ اور دوسرے شارح یہ کہتے ہیں الا بمعنی مذکورہ کون یعنی ان لم یکن لی ذمۃ منہ شرط اوّل پر معطوف ہے اور فقل یازلۃ القدم دونوں شرائط کے جزا ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ لفظ والا زائد ہے۔ جیسا قاموس میں ہے کہ کبھی لفظ الا کلام عرب میں زائد بھی آتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ صورتِ اوّل بے تکلف درست ہے اور صورت دوم تکلفات سے خالی نہیں ہے ——

٢ﻪ حاشاہ حاشہ وقد یستعمل للتنزیہ والمعنی انزہہ صلی اللہ علیہ وسلم تنزیہاً۔ ویحرم بضم الیاء وکسر الراء والراجی مفعولہ وفاعلہ مکارمہ۔ ویجوز یُحرَمُ مجہولا والراجی مفعول مالم یسم فاعلہ ومکارمہ منصوب بنزع الخافض ای من مکارمہ۔ والجار من یستجیر بہ صلے اللہ علیہ وسلم وضمیر منہ لہ علیہ السلام وغیر محترم حال من الجار۔ ترجمہ خداوند تعالیٰ شانہ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منزہ کر دیا ہے اس عیب سے کہ آپ کا امیدوار آپ کے مکارم وعطایا سے محروم کیا جاوے اور بھی اس خلل سے پاک کر دیا ہے کہ آپ کا مدد چاہنے والا آپ کی درگاہ سے غیر موقر وغیر محترم ناکامیاب واپس آئے بلکہ ہمیشہ کامیاب ومحترم ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ حضرت دستگیری نہ فرماویں تو بیشک محل خوف عظیم ہے مگر یہ خوف نہایت بعید ہے کیونکہ آپ کی ذات مقدس سراسر چشمۂ فیض ہے جہاں سے کوئی امیدوار ناکام واپس نہیں آتا۔

آمنا وصدقنا۔

وَمُنذُ اَلزَمتُ اَفکَارِی مَدَائِحَہٗ	١ه	وَجَدتُہٗ لِخَلَاصِی خَیرَ مُلتَزِمِ
وَلَن یَّفُوتَ الغِنیٰ مِنہُ یَدًا تَرِبَت	٢ه	اِنَّ الحَیَا یُنبِتُ الاَزھَارَ فِی الاَکَمِ
وَلَم اُرِد زَھرَۃَ الدُّنیَا الَّتِی اقتَطَفَت	٣ه	یَدَا زُھَیرٍ بِمَا اَثنیٰ عَلیٰ ھَرِمِ

١ه منذ ظرف زمان بمعنی اول المدۃ مفعول فیہ لوجدت۔ وخیر ملتزم مفعول ثان لہ وہو بکسر الزاء
ترجمہ اور جب سے میں نے تعریفات حضرت نبوی اپنے افکار کو لازم کر دی ہیں۔ یعنی اس وقت سے کہ میں اپنے افکار سے سوائے تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کچھ کام نہیں لیتا ہوں اور اسی میں لگائے رکھتا ہوں تو میں نے اس کو اپنی نجات کے لئے نہایت عمدہ مصاحب اور ضامن پایا ہے۔
٢ه الغنیٰ مکسور او مقصور الیسار فاعل یفوت ومنہ ای من النبی صلے اللہ علیہ وسلم متعلق بکائنا حال من الغنی ویدًا مفعول لیفوت۔ وتربت افتقرت ولصقت بالتراب صفۃ یدًا۔ والحیا المطر۔ والاکم جمع اکمۃ وہی الربوۃ۔ ترجمہ وہ تونگری جو بذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگی وہ ہرگز کسی ہاتھ کو خالی و محتاج نہیں چھوڑے گی بلکہ سب کو مالا مال کر دے گی۔ کیونکہ آپ کا فیض شل باران عام کے ہے۔ جیسا باران مذکور نہ صرف لائق زراعت کو جس میں اس کا پانی بخوبی ٹھہرتا ہے ترو تازہ کرتا ہے اور طرح طرح کے میوے اور غلہ پیدا کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ ٹیلوں اور پشتہائے بلند کو جس میں پانی جمع نہیں رہ سکتا اپنے فیض سے محروم نہیں رکھتا بلکہ ان پر بھی اقسام و انواع کے گل و شگوفہ اگاتا ہے! ایسا ہی فیض عام فخر انام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر کسی کو پہنچتا ہے حسب حوصلہ۔ جب یہ حال ہے تو کوئی ناامید کیوں ہو
٣ه زہرۃ الدنیا مستندا تہا۔ وفی ایراد الیدین اشارۃ الی کمال حرصہ علی الدنیا والعائد محذوف ای اقتطفتہ وزہیر بن ابی سلمیٰ المزنی نسبۃ الی مزنیۃ بنت کلب ام عمر واحد شعراء القصائد السبع المعلقات ترجمہ اور میں نے جناب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا سے تازگی و خوبی دنیا کا جس کو دونوں ہاتھوں زہیر بن ابی سلمیٰ شاعر نامور نے بسبب تعریف ہرم بن سنان المری کے حاصل کیا ارادہ نہیں کیا بلکہ مقصود اعظم میرا حصول درجات آخرت بذریعہ شفاعت نبوی ہے

صلی اللہ علیہ وسلم

الفصل العاشر فی ذکر المناجات وعرض الحاجات

یَا اَکرَمَ الخَلقِ مَا لِی مَن اَلُوذُ بِہٖ	١ه	سِوَاکَ عِندَ حُلُولِ الحَادِثِ العَمَمِ
وَلَن یَّضِیقَ رَسُولَ اللّٰہِ جَاھُکَ بِی	٢ه	اِذَا الکَرِیمُ تَجَلّٰی بِاسمِ مُنتَقِمِ
فَاِنَّ مِن جُودِکَ الدُّنیَا وَضَرَّتَھَا	٣ه	وَمِن عُلُومِکَ عِلمَ اللَّوحِ وَالقَلَمِ
یَا نَفسِ لَا تَقنَطِی مِن زَلَّۃٍ عَظُمَت	٤ه	اِنَّ الکَبَائِرَ فِی الغُفرَانِ کَاللَّمَمِ

١ه الخلق بمعنی المخلوق۔ وفی روایۃ الرسل بدل الخلق۔ واللیاذ اللجاء۔ العمم محرکۃ التام۔
ترجمہ اے بزرگترین مخلوقات یا اے بہترین رسل بوقت نزول حادثہ عظیم و عام کے آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی میں پناہ میں آؤں۔ صرف آپ ہی کا بھروسہ ہے۔
٢ه حال من فاعل الوذ او عطف علی مالی۔ ورسول اللہ منصوب علی النداء والجاہ من الوجاہۃ وہی رفعۃ القدر یقال رجل وجیہ۔ وتجلی بالحاء المہملۃ اتصف بالجیم ظہر او انکشف۔ وفی ایراد الکریم اطماع بان الکریم اذا ماسب تسامح۔ ترجمہ اور ہرگز تنگ نہ ہوگا عرصۂ قدر و منزلت آپ کا ای رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بسبب شفاعت میری کے اس وقت کہ خداوند کریم بصفت منتقم جلوہ فرما ہوگا۔ یعنی آپ بروز قیامت بے شمار مومنین مجرمین کی شفاعت فرماویں گے۔ مجھ بے کس و غریب کی شفاعت آپ کو کیا دشوار ہوگی۔
چہ کم گردد ای صدر فرخندہ پی ؛ ز قدر رفیعت بدرگاہ حی — کہ باشند مشتے گدایان خیل ؛ بمہمان دار السلام از طفیل — اور وجہ تنگ نہونے میدان شفاعت اگلے شعر میں ہے
٣ه تعلیل لقولہ لن یضیق۔ ومن للتبعیض متعلق بکائن خبران وعلم اللوح مفعولہ۔
ترجمہ مجھ سے محتاج کی شفاعت آپ کو اس لئے دشوار نہیں ہے کہ بے شک دنیا اور اس کی سوت جس کا دنیا کے ساتھ جمع ہونا محال ہے منجملہ آپ کی عطا کے ہے۔ نہ آپ ہوتے نہ دنیا و آخرت پیدا ہوتی قال اللہ تعالیٰ لولاک لما اظہرت الربوبیۃ ولولاک لما خلقت الافلاک۔ اور منجملہ آپ کے علوم و معلومات کے علم لوح و قلم ہے۔ جب آپ کی وسعت جاہ کا یہ حال ہے تو مجھ جیسے بے قدر کی شفاعت آپ کو کیا دشوار ہے
٤ه اللمم بفتحتین الصغیرۃ من الذنوب
ترجمہ اے میرے نفس اس گناہ کے سبب جو بڑا ہے عفو سے ناامید مت ہو کیونکہ بیشک گناہان کبیرہ در باب بخشش مثل صغیرہ ہیں۔ جب دریائے الطاف و کرم جوش زن ہوتا ہے سب گناہان کبیرہ و صغیرہ آب برد ہو جاتے ہیں۔

لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّیْ حِیْنَ یُقْسِمُهَا	۱ه	تَأْتِیْ عَلٰی حَسَبِ الْعِصْیَانِ فِی الْقِسَمِ
یَا رَبِّ فَاجْعَلْ رَجَائِیْ غَیْرَ مُنْعَکِسٍ	۲ه	لَدَیْكَ وَاجْعَلْ حِسَابِیْ غَیْرَ مُنْخَرِمِ
وَالْطُفْ بِعَبْدِكَ فِی الدَّارَیْنِ اِنَّ لَهُ	۳ه	صَبْرًا مَتٰی تَدْعُهُ الْاَهْوَالُ یَنْهَزِمِ

۱ه القسم بکسر القاف جمع قسمۃ۔ **ترجمہ** امید ہے کہ میرے پروردگار غفار کی رحمت جب وہ اس کو اپنے بندوں پر تقسیم کرے گا تو وہ رحمت بقدر گناہان حصہ میں آئے گی۔ جتنے گناہ زائد ہوں گے اسی قدر رحمت الٰہی گنہگار پر زائد ہوگی۔ وللہ در القائل ؎

پیش عفوش قلت تقصیر ماست ؛ عفو بے اندازہ میخواہد گناہ بے حساب۔ وما احسن ما قیل ؎
نصیب ماست بہشت ای خداشناس برو ؛ کہ مستحق کرامت گنہگار انند۔ قال اللہ تعالیٰ
غلبت رحمتی علی غضبی۔ **رباعی** زاہد بکرم تراچو ما نشناسد ؛ بیگانہ تراچو آشنا نشناسد۔
گفتی کہ گناہ مکن بیندیش زمن ؛ این را بکسے گو کہ ترا نشناسد۔ **رباعی**
من قاعدہ رحمت او میدانم ؛ من طور عطائے او نکو میدانم ۔ لطف و کرمش عاشق حسن گنہ است ؛
من عادت آں بہانہ جو میدانم۔ **رباعی** زاہد نہ کند گنہ کہ قہاری تو ؛
ما غرق گناہیم کہ غفاری تو ۔ او قہارت خواند بیک ما غفارت ؛ یارب بکدام نام خوشداری تو۔

۲ه سقط الیاء من ربی اکتفاءً بالکسرۃ والانخرام الانقطاع وجواب النداء محذوف واجعل عطف علیہ ای اذا سمعت ندائی ودعائی فاجعل رجائی الخ ومعنی اجعل حسابی غیر منخرم ای اجعل ما قدرتہ لی من الکرامۃ والقرب متصلاً غیر مقطوع ویجوز ان یکون الحساب من الحسبان یعنی پنداشت وگمان من ۔
ترجمہ خداوندا جب میں نے تجھ سے دعا والتجا کی تو میری امید اپنے نزدیک مت کر اور جو تو نے براہ فضل وکرم میرے لئے مقرر فرمایا ہے یا میرے گمان رحمت کو جو تجھ سے میرے دل میں ہے منقطع نہ فرما

۳ه **ترجمہ** اور اپنے بندے پر دونوں جہانوں میں لطف فرما۔ کیونکہ وہ نہایت ضعیف ہے اور اس کا صبر ایسا کمزور ہے کہ جس وقت اس کو سختیاں اور مصیبتیں اپنے مقابلے کیلئے بلاتی ہیں تو مراصبر بھاگ جاتا ہے اور ان سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پس وہ قابل رحم ہے۔

وَأْذَنْ لِسُحْبِ صَلٰوۃٍ مِّنْكَ دَائِمَةٍ	۱ه	عَلَی النَّبِیِّ بِمُنْهَلٍّ وَّمُنْسَجِمِ
وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِیْنَ هُمُ	۲ه	اَهْلُ التُّقٰی وَالنُّقٰی وَالْحِلْمِ وَالْکَرَمِ
مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِیْحُ صَبًا	۳ه	وَاَطْرَبَ الْعِیْسَ حَادِی الْعِیْسِ بِالنَّغَمِ

۱ه عطف ما ہو المتیقن القبول علی ما ہو مرجو الحصول وجعلہا فی سلک واحد رجاءً لقبول الادعیۃ المطلوبۃ ومعنی ایذن ای مر من الاذن ودائمۃ صفۃ بعد صفۃ لسحب ان جرت بالجر او حال ان قرء منصوباً۔ والانسجام السیلان بالشدۃ۔ **ترجمہ** اور رحمت دائمہ کے ابروں کو اجازت فرما کہ وہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ریزاں وبرستے ہیں ۲ه عطف علی النبی والتابعی کل مسلم لقی صحابیاً۔ واہل التقی الخ صفۃ للمجموع التقی التقوی۔ والنقی النظافۃ۔ **ترجمہ** اور آل واصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پھر ان لوگوں پر جو ان سے ملے ہیں جو سب صاحبان تقوی اور حلم وکرم ہیں۔ ۳ه ما بمعنی ما دام والترنح التمایل۔ والعذبات جمع عذبۃ وہی الغصن۔ وصبا ریح مہبہا المستوی مطلع الشمس اذا استوی اللیل والنہار۔ والعیس بالکسر الابل البیض یخالط بیاضہا شیء من الشقرۃ ای الحمرۃ الحادی السائق بالغناء۔ ونغم کعلم جمع نغمۃ وہی الصوت الموزون۔ والمراد بالتعلیق التابید لانہ اذا علق شیء بما لہ امتداد یراد بہ التائید لا الانتہاء بانتہائہ۔ **ترجمہ** یہ ابرہائے رحمت بزرگواران ممدوح پر اس وقت تک برستے رہیں جب تلک شاخہائے درخت بان کو باد شرقی یعنی پروا ہلاتی رہے۔ اور جب تلک کہ حدی خواں شتران سفید رنگ مائل سرخی کو بذریعہ اپنے مضمون کے خوش کریں یعنی ہمیشہ

تمّ بحمد اللہ وحسن توفیقہ الشرح المسمّٰی

بعطر الوردہ فی شرح البردہ

عجائب برکات وحسن التفاات اس قصیدہ علیہ یہ ہے کہ جیسے اسکے ابتدا میں لفظ آمنت پیدا ہو گیا تھا ایسے ہی انتہا اسکی لفظ طرب پر ہوئی اور یہ بشارت ہے قاریان قصیدہ کیلئے کہ وہ ببرکت اس نظم کے ہمیشہ آفات دہر سے مامون اور مصئون اور تمام اوقات انکے عیش وطرب سے مشحون رہیں گے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین ورحمۃ للعٰلمین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین